

نماز

تالیف:

امام احمد بن حنبل رح

تحقیق وتقدیم:

شیخ محمد حامد الفقی



طباعت واشاعت:

ادارے طباعت وترجمہ

رئاست عامہ برائے علمی تحقیقات وافتاء ودعوت وارشاد

ریاض: مملکت سعودی عرب

۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶ء



یہ کتاب مفت تقسیم کیجاتی ہے



تالیف :

امام احمد بن حنبلؒ

تحقیق وتقدیم

شیخ محمد حامد الفقی

طباعت واشاعت :

ادارۂ طباعت وترجمہ

رئاست عامہ برائے علمی تحقیقات وافتاء ودعوت وارشاد

ریاض، مملکت سعودی عرب

۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶ء

یہ کتاب مفت تقسیم کیجاتی ہے

مقدّمہ

- ——— نماز کی حقیقت
- ——— معنویت
- ——— اسرار
- ——— ثمرات

بقلم
محمّد حامد الفقی
رئیس جماعة أنصار السّنّة المحمّدیة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٣ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٤ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٥ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٦ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

(تعریف اللہ ہی کے لیئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے، نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا جو معتوب نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١٨

سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ

(اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے)

وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ وَأَهْدَاهُمْ إِلَيْهِ سَبِيْلًا وَأَرْفَعَهُمْ عِنْدَهُ دَرَجَةً مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهِ أَمَّا بَعْدُ:-

نماز اسلام کی بنیاد اور اس کا ستون ہے۔ یہ ایک تعلق کا نام ہے جو عبودیت سے سرشار اور اپنے نفس کے خیر خواہ بندے اور اس کے رب کے درمیان قائم ہوتا ہے جو اس کی پرورش کرتا ہے اور پوری دُنیا کی اپنی نعمت و فضل سے پرداخت کرتا ہے۔ یہ بندے کی اپنے رب سے محبت اس کی نعمتوں کے اعتراف اور اسکے فضل و احسان کے تشکر کی علامت ہے۔ اس کی دلیل ظاہر ہے اسے خشوع و خضوع سے سرشار نمازی اپنے نفس کے اندر محسوس کر سکتا ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس پر غور کرے یہ وہ تحفہ ہے جو اللہ نے اپنے حبیب کو شبِ معراج میں عطا کیا۔ لیلۃ المعراج ربِّ حبیب اور بندہ حبیب کے درمیان اس عظیم ملاقات کا نام ہے جس سے آپ کو سچی عبودیت کی انجام دہی پر بطور انعام نوازا گیا۔ ایسی عبودیت کا مظاہرہ ماضی میں کسی نے کیا نہ مستقبل میں کوئی کر سکتا ہے۔ وہ ہدیہ اور تحفہ جس سے اللہ نے اپنے بندے اور رسول کو ہمکنار کیا، نماز تھا۔ اسی لیئے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ اور اسی کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔ جب کبھی کوئی سنگین مسئلہ درپیش ہوتا اپنے رب سے مناجات کرتے۔ اس سے شکوہ کرتے۔ اور وہ آپ کی دعاؤں کو قبول کرتا اور آپ کو ہر طرح کے غموں سے نجات اور راحت مل جاتی۔ آپ کہا کرتے تھے "اے بلال، نماز سے ہمیں راحت پہونچاؤ"۔ اور مسلم اور اصحاب سنن نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالےٰ کہتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان نصف

نصف تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرے بندے کو جو کچھ وہ مانگتا ہے ملتا ہے، بندہ کہتا ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی، بندہ کہتا ہے: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ کہتا ہے مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری عظمت بیان کی۔ بندہ کہتا ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اللہ کہتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندہ کو ملے گا جو کچھ وہ مانگتا ہے بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴿٧﴾

اللہ کہتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو ملے گا جو کچھ وہ مانگتا ہے۔"

نماز اور اس سے محبت اور اس کی طرف سبقت کرنا اور مکمل طور سے اسکی ادائیگی اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی تکمیل، یہی اس بات کا پیمانہ ہے کہ آدمی کے اندر اللہ سے محبت اور اس سے ملاقات کا کس درجہ شوق ہے اور اس سے بے نیازی اس کی ادائیگی میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ اور اس کی خاطر کھڑے ہونے میں بوجھل پن کا احساس اور اس سے جلد فارغ ہو چکنے کی خواہش یہ اللہ کی محبت سے دِل کے یکسر خالی ہونے کی علامت ہے بلکہ اس سے ناپسندیدگی اور شیطان کے قائم کردہ دوسرے طاغوت اور آلہہ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اسی کے عمل سے ہو سکتا ہے۔ جس کے اوپر بدترین جاہلیت اور اندھی تقلید سوار ہو

جیسے جن دانس کے شیطانوں نے مزین بناکر اس کے سامنے پیش کیا ہو اور اس کے لیئے اس کا نام دین اور اسلام رکھ چھوڑا۔

جس شخص کا اللہ اور اس کی آیت، اس کے کائناتی قوانین، اس کے اسماء اور صفات اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان ہو وہ اس حقیقت میں شک نہیں کر سکتا کہ نماز کو چھوڑنے والا کافر ہے مشرک ہے، اور اللہ کے حق، اس کے وعدہ اس سے ملاقات اور حساب و کتاب کا منکر ہے، اس نے اسلام سے اپنے تمام رشتے توڑ لیے ہیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا جو کلمہ دوہراتا ہے اسے منہدم کر دیا ہے۔ وہ اپنے رب سے برسر جنگ ہو گیا ہے۔ اس سے نفرت کر رہا ہے۔ اسی لیئے اس کے سامنے کھڑے ہونے اور اس سے مناجات کرنے میں وہ تھکن اور مشقت محسوس کرتا ہے۔ اور غیر اللہ کے سامنے، طاغوت اور باطل معبودوں کے سامنے کھڑا ہونے میں اسے لذت و فرحت ملتی ہے۔ اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کلمہ کس چیز کی نفی کرتا اور کس چیز کا اثبات کرتا ہے کن حقیقتوں پر ایمان لانے اور اخلاص و اطاعت اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے اور کن چیزوں سے انکار کرنے اور ان سے اپنی برأت ظاہر کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ اس نے اپنے اقوال و اعمال اور عقائد سے اس کلمہ کو ڈھا دیا۔ کیوں کہ اگر وہ تھوڑی عقل سے کام لیتا تو یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ کلمہ دو اجزاء سے مرکب ہے ایک لا الٰہ اور دوسرا الا اللہ، اور دونوں کے مفہوم مل کر ایک حقیقت تک پہونچاتے ہیں تو ان میں سے پہلے جزو کا مفہوم یہ ہے کہ میں ہر طاغوت کا انکار کر دوں گا۔

اور اس سے اپنی برأت ظاہر کروں گا اور میں پوری کوشش کروں گا کہ اس کی تمام خباثتوں سے اپنے قلب کو پاک کر لوں تاکہ دوسرے جزو کی معرفت کا وہ اہل ہو سکے اور صدق و اخلاص سے اس کی اطاعت قبول کر سکے۔ اور وہ اِلّا اللہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی عبادت کو اس کے تمام معانی و حقائق اور تقاضوں کے ساتھ علم عقیدہ اور عمل کی روشنی میں اللہ وحدہٗ کے لیے خالص کرتا ہوں جس کا تقاضا شہادت رسالت کر رہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اپنی خواہشات اور نفسانیت سے، تقلیدات اور بدعتوں سے اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔ بلکہ میری عبادت میں میرا موقف وہ ہوگا جسے اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اسے پسند کیا اور جائز ٹھہرایا ہے۔

سب سے اہم اور مرکزی عبادت نماز ہے۔ جس نے نماز ضائع کر دی وہ دوسری عبادات کو اور زیادہ ضائع کر سکتا ہے اور اس کا اللہ سے تمام رشتہ کٹ گیا۔ جیسا کہ خلیفۂ اوّل ابو بکر صدیق رضؓ اپنے گورنر کے نام خط میں لکھتے ہیں:۔

"یاد رکھو، میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم معاملہ نماز ہے، جس نے اسے ضائع کر دیا وہ دوسری عبادت کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا اور یاد رکھو، اللہ تعالےٰ کے لیئے کچھ عمل رات میں کرنے کے ہیں جن کو دن میں قبول نہیں کرتا اور کچھ عمل دن میں کرنے کے ہیں جن کو رات میں قبول نہیں کرتا"

جو نماز کو ضائع کر دے وہ عابد و زاہد کبھی نہیں ہو سکتا، بلکہ اللہ کے خلاف اسکے اندر استکبار پیدا ہو جاتا ہے اور "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کو وہ منہدم کر دیتا ہے اور اسے

توڑ دیتا ہے چاہے کتنی ہی بار اسے دہرائے اور اپنی غافل زبان سے اس کی تسبیح لاکھوں بار پڑھتا رہے۔ یہ جگالی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

یہی مفہوم ہے جسے اللہ نے اپنی اس آیت میں مراد لیا ہے؛

فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا (بقرہ، ۲۵۶)

(اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں)

یہاں کفر بالطاغوت لا الٰہ کے مقابلہ میں ہے اور ایمان باللہ اِلا اللہ کے ہم معنیٰ ہے۔ اس طرح ابراہیمؑ کہتے ہیں؛

أَفَرَءَيْتُم مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيٓ إِلَّا رَبَّ الْعَٰلَمِينَ ﴿٧٧﴾ (شعراء، ۷۵-۷۶-۷۷)

(کبھی تم نے آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمہارے باپ دادا بجا لاتے رہے؟ میرے تو یہ سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے)

یہاں بھی فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيٓ .. لا الٰہ کے ہم معنی اور إِلَّا رَبَّ الْعَٰلَمِينَ ۔ إلا اللہ کے ہم معنیٰ ہے۔ اس طرح سے لا الٰہ سے برأت اور عداوت کی تشریح ابراہیمؑ دوسرے مقام پر بھی کرتے ہیں:

إِنَّنِي بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ (زخرف؛ ۲۶-۲۷)

(تم جن کی بندگی کرتے ہو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ میرا تعلق صرف اس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی کرے گا)۔

یہی ہر وہ رسول کہتا ہے جسے اللہ انسانوں کی ہدایت کے لیئے اور اس ظلم و مشقت اور تحقیر نفس سے نکالنے کے لیے بھیجتا ہے جس کا ارتکاب وہ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں اور مخلوقات کی پرستش اور اطاعت کے ذریعہ کرتے ہیں حالانکہ ان ساری مخلوقات کو اللہ نے ان کے لیے مسخر کیا ہے۔

بدترین جاہلیت انسانوں کے قلوب و دماغ پر حاوی ہو چکی ہے اور انہیں تاریکیوں میں لیے جا رہی ہے وہ اپنی آنکھوں کانوں اور عقلوں میں اپنے رب کی نشانیوں سے اعراض کر رہے ہیں اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں اور فطری و سائنٹیفک ہدایت سے بے نیازی برت رہے ہیں۔

چنانچہ شیطانِ انس و جن نے دین کے سلسلے میں باپ دادا اور دینی رہنماؤں کی اندھی تقلید کو مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ دین ان کے دلوں کی غذا ہے اور اسی پر ان کی سعادت کا انحصار ہے اگر یہ دین حق ہو اور اس میں ان کی بدبختی کا سامان مخفی ہے اگر یہ دین باطل ہو اور بغیر بصیرت و ہدایت اندھی تقلید اور وراثت کا دین ہو۔ اس اندھی تقلید میں یہ چوپائے بن گئے ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر جاہلیت کی تاریکیوں میں یہ بھٹک رہے ہیں۔

اور شیطان نے انہیں دین یا اسلام کے نام پر پھسلا رکھا رکھا ہے حالانکہ اگر یہ عقل سے کام لیں تو یہ محض اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت و عداوت ہے اور باطل خرافات کے پھندے اور ظنون و اوہام کے شکنجے ہیں جن میں یہ پھنسے

ہوئے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے پالا مار لیا ہے۔ یہ لوگ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو اندھوں بہروں اور گونگوں کی طرح، نہ عقل سے کام لیتے ہیں نہ فہم سے، اور اس کی وجہ سے نماز کا کوئی اثر وہ اپنی زندگیوں میں نہیں پاتے اور ان کے عقائد و اعمال اور اخلاق کی خرابی کی وجہ سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ پاتا۔ کیوں کہ اللہ نے ان کے لیئے اپنا دروازہ کھولا ہی نہیں نہ ان کی طرف رحمت اور قبولیت کی نگاہ اٹھائی ہے۔ اس لیئے کہ یہ خود چوپایوں کی طرح غفلت میں اس کے حضور کھڑے ہوئے اور بغیر فہم و شعور کے اس سے باتیں کیں۔ جب کہ ان کے دل احبار و رہبان، مال و اولاد اور شہوات و خواہشات جیسے طاغوتوں کی گندگیوں اور خباثتوں سے لت پت تھے اس لیئے وہ اس لائق نہ ہو سکے کہ مناجات الٰہی کی حلاوت چکھ سکیں۔ اور ان پر خدا کی رحمت اور اس کی خوشنودی جلوہ گر ہو پھر شیطان نے ان کی جاہلیت کی تاریکیوں پر روغن قاز مل دیا۔ اور انہیں وہم میں مبتلا کر دیا کہ وہ یہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں بھیج رہے ہیں جن کا وہ منتظر ہے چنانچہ خدا کے بارے میں ان کے عقیدے میں خرابی آگئی کیوں کہ ان کے دلوں میں یہ بات گھس آئی۔ بھلے ہی زبان خاموش رہی ہو کہ خدا (نعوذ باللہ) ان کا، ان کے اعمال کا محتاج ہے اور انتظار کر رہا ہے اور یہ قرض کی منزلت میں ہیں جنہیں خدا تعالےٰ خوب زیادہ کر کے چکائے گا۔ پھر انہوں نے ان اعمال میں بخالت کرنا شروع کی۔ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق خدا نے انہیں وہ حالات اور اسباب مہیا نہیں کیئے جو ان پر عبادت کے معاملہ کو آسان بنا سکتے تھے جس سے

اُس نے دوسروں کو ہمکنار کر رکھا تھا۔ کچھ لوگوں نے اوقات میں کنجوسی شروع کی اور دنوں اور سالوں تک لسے جمع کرتے رہے اور پھر کہا، اپنا وہ قرض لے لیجئے جس کے آپ منتظر ہیں اور ان میں سے اکثر بلکہ سارے لوگوں نے خدا سے یکسر بے نیازی برتی اور اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ اس کی پکار کی طرف سے کان بند کر لیے اور اس کی ندا پر لبیک نہ کہا کیوں کہ ان کے نزدیک خدا وعدے کا سچا نہیں ہے۔ یہ سب جاہلیت کے ثمرات ہیں اور تقلید اعمیٰ کی تاریکیاں ہیں۔ شیطان نے اس کثرت سے ان کے دلوں میں مسموم و مہلک پھونک ماری کہ وہ اللہ کی معرفت سے غافل ہو گئے۔ خدائی قوانین، اس کی آیات اور اس کی صفات میں ذکر الٰہی سے بے نیاز ہو گئے۔ اور تمام اوراوقات و حالات میں اس سے مضبوط تعلق استوار کرنے کی انہیں فکر نہ رہی۔

جب دل اس مسموم جاہلیت سے پاک ہوں گے اور اس اندھی تقلید کی تاریکیاں ان سے چھٹیں گی اور وہ اپنے اس رب اور خالق کی طرف متوجہ ہوں گے۔ جو بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے، لائق تعظیم ہے، قوی ہے، عزیز ہے علیم و حلیم ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی پھر اس کی رہنمائی کی جس نے تمام انسانوں کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے شکر و کفر کے تمام راستوں کی رہنمائی کر دی، جب انہیں فطرتِ سلیم کی ہدایت کی روشنی منور کرتی ہے تو وہ آسمانوں اور زمین اور انفس و آفاق میں اللہ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں پر غور کرتے

ہیں اور آسمانوں اور زمین کی مسخر کردہ تمام چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں اور جس عقل وسمع وبصر سے اُسے نوازا ہے اور اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ کی احادیث میں جس ہدایت و رحمت اور روشنی کا اس نے انعام کیا ہے اس پر تدبر کرتے ہیں۔ تو بس اسی وقت وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ڈر سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔ ذلت وپستی کی تصویر بنے ہوتے ہیں۔ اور وراثت کے جاہلی دین سے اور اس کی تمام رکاوٹوں سے نجات پانے کی وہ کوشش کرتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے قلب، گوشت اور خون کے ہر قطرہ میں اس حقیقت پر صادق ایمان رچ بس جاتا ہے کہ وہ رب ہے بڑا ہے۔ بلند ہے بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے تمام جہاں کی تربیت و پرورش کی اور یہ کہ مومن کا ایمان اور اس کا صالح عمل رب کی ربوبیت اور اس کے اقتدار میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کرسکتا۔ اور کافر کا کفر اور اس کا بُرا عمل و نافرمانی رب کی ربوبیت اور اس کے اقتدار میں ذرہ برابر کمی نہیں کرسکتا۔ اور جس نے اچھا کام کیا تو اپنے لیئے اور بُرا کام کیا تو اس کا وبال اسی کے سر ہوگا۔ اور ہر مجرم اور گناہگار اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بلکہ کافر کفر کرے اس کی نافرمانی کرے تو بھی اس کی ربوبیت کی تمام صفات وخصوصیات میں کوئی فرق نہ آئے گا، خلق ورزق، حیات وموت، لیل ونہار، طعام وشراب اور ولادت اور دوسری تمام صفات پر کوئی حرف نہ آئے گا اور نافرمان اور گنہگار کافر چاھے جن وانس بھی اسکے ساتھ مل جائیں اپنی عبودیت، اپنی درماندگی اور کمزوری اور

احتیاج دفتر میں کوئی تبدیلی یا کمی پیدا نہیں کر سکتا۔ عبد آقا کی طاقت و قوت کے سامنے مجبور ہے، چاہے غلام کو پسند آئے یا نہ آئے۔ اور رب غالب ہے تمام بندوں سے بالا دست ہے حکیم و خبیر ہے، ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، خیر کے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں، بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے چاہے بندہ اس کو پسندِ خاطر رکھے یا نہ رکھے۔

جب اِنسان کا قلب اس پر سچے طور پر ایمان لے آئے گا تو خوف و رجاء، رغبت و رہبت، پستی و تعظیم اور ذلت ہر طرح کے تعلقات اپنے رب واحد سے قائم کرنے کی شدید خواہش کرے گا اور اس کے رب نے اس پر جتنے احسانات کیئے ہیں ان سب کو اس کے لیئے سبب بنائے گا اور بڑی بے چینی سے اپنے حیّ و قیوم اور رحمٰن و رحیم خدا کی پکار کا منتظر ہوگا جو اسے نماز کی طرف کامیابی کی طرف، باجبروت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طرف بلائے گی اور وہ شاداں و فرحاں اس موقع کو غنیمت جان کر دوڑ پڑے گا جو شاید دوبارہ نصیب ہو جیسے اس کے رب نے محض فضل کی بنا پر عنایت کیا ہے۔ اور جیسے اچھے انداز میں اس کو دعوت دی ہے

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ كَانَتْ عَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ كِتَـٰبًا مَّوْقُوتًا ﴿١٠٣﴾

(نساء: ۱۰۳)

(نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندئ وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا گیا ہے)

کتنا مبارک ہے یہ وقت! کس قدر بابرکت ہے یہ گھڑی، کتنی لذیذ ہے یہ مناجات اور مسلمانوں کے سینوں کے لیئے کتنی شریں اور فرحت بخش ہے یہ نماز! کتنی سچی بات کہی ہے حبیب امین صلے اللہ علیہ وسلم نے:

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"

یہ مسلمان کتنا ضرورت مند ہے اس بات کا کہ نماز سے بازیابی حاصل کرے۔ اس کی لذّت و مسّرت سے ہمکنار ہو اپنے روح و قلب سے ان تمام گندگیوں اور نجاستوں کو نماز کی نہرِ سلسبیل میں دھولے جو مال و اولاد کی شہوات و خواہشات کا نتیجہ ہوتی ہیں جس طرح کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں وصیت کی ہے۔

"نماز کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہہ رہی ہو وہ اس میں شب و روز پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہے گی؟"

جب نماز کا معاملہ یہ ہے تو درحقیقت یہ بندۂ مومن کے لیئے اس کی رب سے مناجات کا ایک اعزاز ہے جو اس کو جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہوتا ہے اور وہ اس اعزاز کا مستحق اسی وقت ہوسکتا ہے۔ جب وہ ربوبیت کو اس کی اسماء و صفات اور حقوق کے ساتھ پہچان لے اور وہ عبودیت اور اس کی عاجزی و درماندگی، فقر و احتیاج کو جان لے۔ اور وہ ہر حقدار کو اس کا حق

پورے طور سے دینے کا عادی ہو جائے اِسی لیئے حِسّی و معنوی طہارت اس کے لیئے ناگزیر ہے اور جسمانی و قلبی ستر پوشی ضروری ہے۔ اور بیت اللہ کی طرف مُنہ کرنا جس قدر ممکن ہو کلام اللہ کی تلاوت کرنا اور تکبیر و تسبیح کا اہتمام کرنا لازم ہے

طہارت اس لیئے ہے کہ بندہ اس بہیمیت کے تمام نقائص اور خرابیوں سے پاک ہو جائے جو اسے اس خدائے پاکیزہ سے مناجات و کلام کرنے کی راہ میں روکتی ہے جو اپنے پاکیزہ بندوں اور پاکیزہ اعمال ہی کو محبوب رکھتا ہے اور چونکہ بہیمیت کے پہلو کا غلبہ ہی وہ رکاوٹ ہے جو بندے کو اس کے رب سے قریب نہیں ہونے دیتی کیوں کہ یہی وہ دروازہ ہے جس سے یہ کھلا ہوا گمراہ کن دشمن داخل ہوتا ہے پھر وہ اس دروازے کو اس طرح مزید وسیع کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسے اللہ کی کائناتی و علمی نشانیوں اور انسان پر اس کے احسانات جس کے اندر اس نے اپنی روح ڈالی اسے غفلت اور بے نیازی کی دُنیا میں لا دھکیلتا ہے اور پھر غفلت کے نتیجے میں پھر وہ دشمن اسے جھوٹی خواہشات اور گمراہی شہوات کے لیئے سواری بنا لیتا ہے۔ اس لیئے طہارت کا راز یہ ہے کہ وہ اس غفلت سے بیداری کا عمل ہے اور اس باشعور اور معزز انسانیت کی طرف رجوع کا عمل ہے جسے اللہ نے انسان کے اندر اپنی رُوح میں سے پھونک ماری ہے تاکہ وہ اس لائق ہو سکے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے خوش بخت ہو جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کر اس کی نعمتوں سے سرفراز ہو اور اس کی اس طرح عبادت کرے جس طرح اس نے پسند کیا ہے اور جائز ٹھہرایا ہے چنانچہ وہ ہدایت کی روشنی میں پاکیزہ زندگی گزارے، نہ وہ گمراہ ہو نہ

بدبختی کا شکار ہو۔

وضو کو واجب کرنے والی چیزیں۔ یعنی نواقض وضو۔ انسان کے اندر حیوانیت کے نمایاں مظاہر ہیں۔ اس لیئے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اور اپنی باشعور انسانیت پر حیوانیت کو غالب کرکے ان نعمتوں کو غلط جگہ پر رکھتا ہے اس لیے اسے "ذنوب" کہا گیا ہے جو ذَنَب سے مشتق ہے جس کے معنی دم کے ہیں۔ اور جو صرف جانوروں کے لیئے مخصوص ہے۔ وہ اس غلط استعمال سے اپنے آپ کو اس مقام سے گرادیتا ہے کہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو اور اس سے مناجات کرسکے اور انسان غلطیوں کا پتلا ہے۔ اور یہ ناگزیر ہے۔ اس لیئے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے اور اس سے مناجات کا شدید طور پر محتاج ہے تاکہ اس سے ہدایت طلب کرے اور ہر قدم پہ درستگی اور اعتدال کے لیے اس سے مدد مانگے اور تاکہ اس کے قلب سے ان غلط استعمالات کی خباثتیں زائل ہو سکیں۔ اور ان تمام غموں اور پریشانیوں سے نجات پا سکے۔ جو اسے دن رات گھیرے رہتے ہیں۔ اس لیئے اللہ نے ان احداث کو اس بات کے لیئے یاددہانی بتایا کہ اس پر حیوانیت کا غلبہ ہوگیا ہے۔ اور وہ بڑھ کر وضو کرے یا غسل کرے اور اس بات کی خواہش ہو کہ وضو اور غسل کے بعد اپنی پاکیزہ انسانیت کو لے کر لوٹے گا۔ ہر عضو پر پانی گراتے وقت اس غلطی اور گناہ کو یاد کرے جس میں وہ عضو ملوث ہوا ہے پھر اسے نفس لوّامہ کے سامنے پیش کرے اور حیوانیت کی سرکشی کو عقل اور شعور کی روشنی میں فطرت سلیم میں تحلیل کردے۔

جب اس عمل سے وہ فارغ ہو گیا تو اُس نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ اپنے رب کی طرف نئے سرے سے پلٹ آیا ہے ان تمام غلطیوں سے بری ہو کر اپنے اسلام کی تجدید کر لی ہے جنہوں نے اسے گندہ اور پراگندہ کر دیا تھا: اب وہ کہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی اللہ نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ تو مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر اور پاک لوگوں میں مجھے شمار کر)

اسی طرح ہمیں اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا ہے۔ یہ حدیث امام مالک، مسلم اور ترمذی نے روایت کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: "جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھلتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ۔ اس کے چہرے سے وہ تمام غلطیاں دُھل جاتی ہیں جن کی طرف اس نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہو اور جب اپنے دونوں ہاتھوں کو دُھلتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہو۔ اور جب اپنے دونوں پیروں کو دھلتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے دونوں قدم بڑھے ہوں۔ یہانتک کہ وہ تمام گناہوں سے صاف ستھرا ہو جاتا" اس سے وضو اور غسل کے تمام اسرار و رموز

سمجھ میں آسکتے ہیں بشرطیکہ لوگ سمجھ سے کام لیں جس کے متعلق لوگ غوروفکر کیوں نہیں کرتے
مطلق پانی، وہ اصل فطرت ہے جس سے اللہ نے ہر زندہ چیز کی تخلیق کی ہے۔ اگر پانی میسر نہ ہو تو انسان کی پہلی اصل کی طرف رجوع کرے یعنی زمین کی طرف، اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرے' اور حدیث صحیح میں ہے۔ "میرے لیئے پوری سرزمین مسجد اور مطہر بنائی گئی ہے۔ اس لیئے میری اُمّت کے کسی فرد کو کہیں بھی نماز کا وقت پا جائے تو وہی اُس کی مسجد ہے اور وہی زمین پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے"۔ پوری حفاظت اور سلامتی اسی میں ہے کہ اس فطرت کی طرف رجوع کیا جائے جس پر اللہ نے آپ کو سمیع و بصیر اور عاقل پیدا کیا ہے تاکہ اپنے نفس کی عاجزی و درماندگی اور اس کے ضعف و احتیاج سے آپ واقف ہو سکیں اور اسی طرح پوری اِنسانیت سے شناسائی ہو سکے اور اپنے رب کی عظمت، جلالت قدر، اس کی رحمت و حکمت اور اس کے دیدار اور قرب سے واقف ہو سکیں اور یہ جان سکیں کہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ مہربان ہے رحیم ہے۔

اس طہارت کے بعض اسرار و رموز ہیں جنہیں آپ اپنے قلب و ذہن میں مستحضر رکھیں تاکہ اپنے رب سے وصال کے لیئے تیاری کر سکیں اور خدائے ذوالجلال کی عطیات و نوازشات سے مستفید ہو سکیں۔ کتنا خوش بخت ہے وہ شخص جو اپنے رب کو سمجھ لے، اس کی حکمت و رحمت کی اس کا قلب گواہی دے اور اس پر اس کی اسماء و صفات کی ہدایت اور روشنی کا فیضان ہو سکے۔ اور یہ چیز اسے خدائی ہدایت

اور پیغام سے راہ یابی تک پہنچا دے۔ بے شک وہ ان مسلمانوں میں سے ہے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

ستر دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہر جسم کا ستر اور دوسری معنوی باشعور انسانیت کا ستر۔ اور یہ معنوی انسانیت وہی بندے کا قلب اور اس کا دماغ ہے۔ ظاہری جسم کا ستر وہ ہے جس سے لباس کے ذریعہ حیوانات سے امتیاز ہو سکے، اسے انسانیت کی زینت بنایا ہے اور اس کے لئے آپ کپڑے مہیا کرتے ہیں۔ اُسی کی طرف اللہ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے:

يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ قَدۡ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسٗا يُوَٰرِي سَوۡءَٰتِكُمۡ وَرِيشٗاۖ (اعراف ، ۲۶)

اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکنے اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو۔

اور اسی کی طرف اپنے اس قول میں دعوت دی:

يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ خُذُواْ زِينَتَكُمۡ عِندَ كُلِّ مَسۡجِدٖ (اعراف ، ۳۱)

(اے بنی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو)

یہاں لباس اور زینت سے مراد وہ کپڑے ہیں جن کا باحیا فطرت تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ یہاں مطلوب وہ

تکلف اور بناؤ سنگھار نہیں ہے جو ہر زمان و مکان کے مناسب آپ اپنی حیا کے خلاف مہیا کرتے ہیں اور زینت سے مراد وہ خوشنمائی اور تزویر و تجمیل نہیں ہے جو اپنے آقا اور بڑے لوگوں کے سامنے تکلف کرنے والے اور کاسہ لیسی کرنے والے کرتے ہیں تاکہ دلوں میں چھپے کینہ وحسد اور کراہیت و نفرت کو چھپا سکیں۔ یہ چیز فطرتِ سلیم کے خلاف ہے اور بہترین شریعت اس سے نفرت کرتی ہے۔

بخاری اور مسلم نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے کپڑے اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیئے اور ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی۔ جب ان سے محمد بن منکدر نے پوچھا تو فرمایا "تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھے تو وہ سمجھنے لگے کہ یہ سنّت ہے"۔ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے جواب دیا: "کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟" اس کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے اور بخاری نے عمر بن خطابؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ "جب اللہ نے تمہیں وسعت دے رکھی ہے تو اس کا مظاہرہ کرو، آدمی اپنے کپڑے جمع کر لے، ایک لنگی اور چادر میں نماز پڑھے، لنگی اور قمیص میں نماز پڑھے، لنگی اور عبا میں نماز پڑھے، پاجامہ اور چادر میں نماز پڑھے، چڈّی اور عبا میں اور چڈّی اور قمیص میں نماز پڑھے"۔

یہ رسول اکرمؐ اور آپؐ کے اصحاب کا طریقہ رہا ہے۔ یہ لوگ ہدایت کے سب سے زیادہ حریص اور اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کے لئے جس حیا کی ضرورت ہوتی ہے اس سے سب سے زیادہ واقف تھے، رہے یہ احمق جو تکلّف اور تصنّع

سے کام لیتے ہیں اور اللہ کی فطرت کو جنہوں نے مسخ کر دیا ہے۔ یہ لوگ اللہ کو ظالم رؤسا پر قیاس کرتے ہیں اور ضروریات کی تکمیل اور مرغوبات کے حصول کے لئے سفارش بناتے ہیں اور اس کے سامنے اس ہیئت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کا وہ رؤسا کے سامنے کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ ہمہ وقت اپنے سر کو کھولے رہتے ہیں اور یہ ان کی زینت ہے جسے انہوں نے مرغوب خاطر بنا رکھا ہے۔ اور جب وہ نمازیوں سے مشابہت اختیار کرنے کے لیے اُٹھتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ نماز کے اہل نہیں ہوتے کیوں کہ اندھی تقلید کے ذریعہ دین حق سے اعراض کر کے وہ اپنی فطرت کو بگاڑ لیتے ہیں۔ تو بغیر کسی ادب اور حیاء کے عورتوں کی طرح ایک رومال سے اپنا سر ڈھانک لیتے ہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے "لوگوں نے پہلی نبوت کی جو تعلیم پائی ہے ان میں ایک یہ کہ: جب تمہارے اندر حیا نہیں ہے تو جو چاہے کرتے رہو"

رہا معنوی ستر تو یہ جسم حیوانی کے ستر سے اتنا زیادہ اہم ہے جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور اللہ کے اس قول میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَلِبَاسُ ٱلتَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ (اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں) (اعراف: ۲۶)

کیوں کہ قلب فساد برپا کرنے والی چیزوں اور جسم کے اجنبی عوارض کے اثرات بہت جلد قبول کرتا ہے اور اسے نہایت تیزی سے اخذ کرتا ہے اور قلب کا کپڑا

صرف تقویٰ کے دھاگوں سے بُنا جاتا ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ اسے اس بات کا اچھی طرح علم ہو کہ اس کے رب نے اسے میدانِ جہاد میں لا کھڑا کیا ہے اور آفاق و انفس کی تمام عطا کردہ چیزوں میں سے مضر اور نقصان دہ چیزوں سے اسے بچنا ہے اور دشمن کے قید میں جانے اور اس سے دوستی کرنے سے دور رہنا ہے۔ وہ ہر نعمت کے استعمال پر غور کرے تاکہ وہ اپنے رب کے دیئے ہوئے علم پر ہو اور ہر نعمت کو اس کی جگہ رکھ سکے کہ وہ فتحیاب ہو اور اپنے دشمن کو شکست دے سکے اور ان تمام فتنوں سے محفوظ و مامون رہ سکے جنہیں اس کا دشمن اس کے ارد گرد تان رہا ہے اور اس کے سامنے مزین کر کے پیش کر رہا ہے اس مقصد کی خاطر طہارت اور ستر پوشی کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور اپنی نمازمیں ایک بندۂ مومن کو اسی کا خیال اور قصد کرنا چاہیئے تاکہ وہ فلاح پا سکے۔

وَمَن جَٰهَدَ فَإِنَّمَا يُجَٰهِدُ لِنَفْسِهِۦٓ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَغَنِىٌّ عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٦﴾

(عنکبوت : ۶)

(جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور اللہ یقیناً دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہے)

اور خانۂ کعبہ کو قبلہ اس لیے بناتے ہیں کہ اسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عالم اسلام کا مرکز بنایا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عزت و احترام میں اور اضافہ کرے وہیں ان کے دل ملتے ہیں اور اس کی طرف ان کے قلوب شوق و رغبت سے لپکتے ہیں اس سے ان کا باہمی تعارف ہوتا ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور بر و تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون ہوتا ہے جس کی خاطر اللہ نے رسول بھیجے، شریعت

نازل کی چنانچہ انکو اپنی مرضی سے سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے جب آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔ پھر روزانہ پانچ بار یہ توجہ اور قصد انہیں دعوت دیتا ہے اور اس گھر کا حج کرنے کی رغبت اور شوق دلاتا ہے۔ روحوں کی ملاقات کے بعد وہاں جسم بھی ملتے ہیں اور اس بقعۂ منور میں تعاون اور تعارف مکمل طور سے ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کو ہر سال اسلامی کانفرنس کرنی چاہیے۔ وہاں اللہ کی رحمت اُن پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ اُن کے دل پاک ہو جاتے ہیں۔ اور اُن قربانیوں اور عبادات کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنے وطن بہترین زادِ راہ لے کر واپس ہوتا ہے اور سیاسی اقتصادی اور جنگی ہر پہلو سے طاقتور ہو کر لوٹتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ دینی اور دنیوی ہر معاملہ میں انہیں طاقت اور توشہ ملتا ہے۔ اور وہ دوسروں کے مقابلے میں کہیں طاقتور اور زبردست ہوتے ہیں اور اس سے خلافت ارضی کا مقصد پورا ہوتا ہے ؛

وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا	(اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کریں کہ وہ اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالےٰ نے اُنکے

يَعۡبُدُونَنِي لَا يُشۡرِكُونَ بِي شَيۡـًٔاۚ وَمَن كَفَرَ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾

(نور : ۵۵)

حق میں پسند کیا ہو اور اُن کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن میں بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اسکے ساتھ کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

جب آپکو نماز کی تیاری کی توفیق مِل گئی اور آپ خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے لائق ہو گئے۔ اور میں اپنے اور آپ کے لیئے اس توفیق کی دعا کرتا ہوں۔ تو اَب آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جایئے۔ اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا ہو۔ اور آپ کا نفس بیدار اور مشتاق ہو اور اپنے رب سے مناجات کا پیاسا ہو۔ بالکل سیدھے کھڑے ہو جایئے جیسے ذلیل و پست، خاشع و قانت اور عاجز و درماندہ غلام کھڑا ہوتا ہے۔ نگاہیں جھکی ہوں، بے نیاز اور ستودہ صفات مولا سے یہ لو لگائے ہوئے ہوں کہ وہ فیض و کرم کی بارش کرے گا، اپنی رحمتوں سے محروم نہیں رکھے گا۔ آپ کو سعادت سے ہمکنار کرے گا۔ شقاوت سے دور رکھے گا۔ اس جگہ تمام حواس اور اعضاء و جوارح روک لیجئے جس کے آپ سب سے زیادہ محتاج اور فلاح اور فائدے کے ضرورت مند ہیں آپ اپنی ٹھوڑی سینے سے لگا لیتے ہیں۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پہ باندھ لیتے ہیں پھر اپنے رب کی تکبیر کہتے ہوئے "اللہ اکبر" کہہ کر اسے پکارتے ہیں۔ اور آپ کو یہ شعور ہوتا ہے کہ

اس نے آپ کے جواب میں کہا ہے: ہاں میرے بندے، میں تمہاری طرف متوجہ ہوں اور اپنے معزز چہرے کا رُخ تمہاری طرف کیے ہوئے ہوں۔ پھر آپ مناجات شروع کر دیتے ہیں۔ اور اپنے اس محبوب سے ہمکلام ہو جاتے ہیں جو آپ کی جان سے زیادہ آپ کو محبوب ہے اور جس کے ہاتھ میں خیر کی تمام کلیدیں ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کے ساتھ اپنے قلب کو اپنی زبان کے ساتھ مجتمع کر کے آپ کہتے ہیں:

اللھمَ باعدَ بيني وبين خطاياىَ كَمَا باعدتَ بيْنَ المشرق والمغرب اللھمَ نقني من الخطايا كما ينقى الثوبُ الأبيض من الدنس اللھم اغسلني من خطاياىَ بالماءِ وَالثلج وَالبرد۔

(اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کر دیا ہے اے اللہ مجھے غلطیوں سے پاک کر جس طرح سفید کپڑا دھبے سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ پانی سے، برف سے اور اولے سے میری غلطیوں کو مجھ سے دھو دے۔)

آپ کو اس بات پر مکمل یقین ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ کو جن نعمتوں سے نوازا تھا ان میں آپ کے قدم اس جگہ نہیں پڑے تھے جو اللہ کو محبوب تھا۔ اس نے آپ کو علم و ہدایت کے اسباب و ذرائع عطا کیے جن کا آپ کو علم ہے اس کے باوجود آپ کے دشمن شیطان نے آپ کو دھوکہ دیا اور آپ کے اوپر آیات اور علامات کو

مشتبہ بنادیا تو آپ نے بعض چیزوں میں یا سرے سے اللہ کے رسول اور صحابہ کرام کے راستہ کو چھوڑ دیا۔ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کی جس کی وجہ سے غلطیاں اور گناہ آپ سے چپک گئے اور انہوں نے آپ کو نقصان پہنچایا۔ آپ کے دل پر زنگ لگ گیا اور اسے آگے سے زنگ پڑا۔ اس طرح آپ نے اپنے دشمن کو خوش ہونے کا موقع دیا۔ اور اپنی قیادت کی نکیل اس کے ہاتھ میں تھمادی۔ آپ ہلاکت کے گڑھے کے قریب پہنچ چکے تھے اگر آپ کے قوی و عزیز اور رحمٰن و رحیم رب نے مداخلت نہ کی ہوتی اور آپ کو ان غلطیوں سے دور نہ کیا ہوتا۔ اور اس کی آلائشوں کو بہترین اور پاکیزہ غسل کے ذریعہ آپ سے دھل نہ دیتا جسے آپ نے پانی، برف اور اولے سے تشبیہہ دی ہے۔ آپ کے قلب و نفس سے اس میل کچیل کو دھلنے کا سبب سے پاکیزہ اور طیب ذریعہ اس کی آیات بینات اور کتاب عزیز ہے جو مسلمانوں کے دلوں کی شفا اور سیرابی و پاکبازی کو بڑھاتی ہے۔ اور اس کے رسول کی ہدایت ہے جسے اس نے اُمیوں میں بھیجا تاکہ اس کی آیات سنائے، اُنہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

جب آپ اپنے رب سے یہ دعا مانگتے ہیں اور اس طرح گریہ وزاری سے مناجات کا آغاز کرتے ہیں تو آپ کا دشمن پھر آپ کے سامنے آجاتا ہے اور آپ کو رب سے پھیر کر اہل و عیال اور مال و اولاد کے ساتھ گمراہ کن اقدامات کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ فوراً اللہ بزرگ و برتر کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور شیطانِ رجیم سے اس کے واسطے سے پناہ چاہتے ہیں۔ اس کی چالوں، مکاریوں

اور وسوسہ اندازیوں سے دور رہنے کی درخواست کرتے ہیں اس وقت آپ کے قلب اور زندہ و بیدار وجدان کے اندر یہ احساس اُبھرتا ہے کہ آپ کے رب نے آپ کی دُعا سن لی ہے اور آپ کو وہ جدید ربّانی مدد اور استعانت نصیب ہوئی ہے۔ جس سے آپ کو اس دشمن پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور آپ کا ان آسائشوں سے نجات پا گیا ہے۔ اور اپنی تمام تر توجہ اپنے رب کی طرف پھیر دی ہے اس وقت اپنے رب کی ان صفات اور اسماء کی مدد سے آپ پڑھتے ہیں۔ جو آپ کے موقف اور حاجت اور شکایت کے بالکل مناسب ہیں۔ اور وہ یوں شروع کرتے ہیں (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) تمام بہترین تعریفیں جو میرے رب کے لیئے مناسب ہو سکتی ہیں جنہیں وہ جانتا ہے اور میں نہیں جانتا، سب میرے رب کے لیے ہیں جو میری پرورش کرتا ہے، جس طرح اپنی نعمت اور تدبیرِ کائنات سے پورے جہاں کی پرورش کرتا ہے اور اس کی ساری تدبیریں بہترین اور عمدہ ہوتی ہیں اللہ ہی کے لیے اچھے نام ہیں اور کیا خُدا کے سوا کوئی دوسری ہستی ایسی ہے جس کے تمام نام اچھے اور بہترین ہوں اور ہر خیر و جمال اس کی ذات سے وابستہ ہو؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ صورتِ حال نہیں ہے؟ وہ تو میرے اوپر جلوہ گر ہوتا ہے اور میری اور پوری دُنیا والوں کی اپنی دو صفات اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے ذریعہ تربیت اور پرداخت کرتا ہے اور تنہا وہی اس پر قادر ہے اور تمام چیزیں اس کی غلام ہیں انکی وہ تربیت اور پرورش کرتا ہے، انہیں نوازتا ہے اور اُن کے لیے تدبیر و انتظام کرتا ہے۔ وہ بندے کے لیے چاہتا ہے کہ وہ آگے بڑھے ترقی کرے اور جو کچھ اسے دے رکھا ہے اسے ترقی دے وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

ہے بس اسی کے ہاتھ میں جزا ہے۔ وہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اگر کوئی اچھائی
ہو گی تو اسے دو چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے گا۔ اور کیا یہ عقل میں بات
آتی ہے کہ وہ آخرت کے حساب و کتاب، جنت کے درجات اور جہنم کی پستیوں
سب کا مالک ہو اور دنیا کا مالک نہ ہو؟ ناممکن ہے۔ وہ دنیا کا بھی مالک ہے اس
لیے کہ دنیا کے تمام انسانوں کی پرورش و پرداخت وہی کرتا ہے اور اپنی نعمت و تدبیر
سے تنہا ان کے لیے انتظام کرتا ہے اس لیے میں اس سے عہد کی تجدید کرتا ہوں اور اسی
سے مدد چاہتا ہوں" اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ "ساری تعظیم، ساری محبت، سارا خوف
اور تمام توقعات، تمام سوال، پکار اور فریاد سب تجھی سے وابستہ ہیں۔ اے وہ ذات
جو اپنی نعمتوں سے میری اور سارے جہاں کی پرورش کرتا ہے۔ میں اپنے دین و دنیا کے
تمام معاملات میں صرف تجھی سے مدد چاہتا ہوں، تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے
جو چیز بھی مجھ تک پہنچتی ہے اس کا آغاز تجھی سے ہوتا ہے اور جو انجام اور بدلہ مجھے ملتا
ہے اس کا مرجع اور منتہا ہی تو ہے ہر حکم اور عمل اور چیزیں لوٹنا تیری ہی طرف ہے تو دلوں
کو بدلنے والا ہے اور اپنے بندوں پر غالب اور زبردست ہے۔ اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ
تو مجھے ہر کام اور میرے ہر اقدام میں سیدھے راستہ کی رہنمائی کر، ہدایتِ
فطرت اور ہدایتِ رسالت سے میری بصیرت کو روشن کر اور اس بصیرت کے
آفتاب کو میرے دل و دماغ، میری سماعت و بصارت، میرے رگ و ریشے
اور روح میں ضوفشاں رکھ تاکہ میں اپنی زندگی کے تمام کام علم و بصیرت کی روشنی
میں انجام دوں تاکہ ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہوں۔ میری زندگی میں

کوئی کجی ہو نہ ضلالت نہ بدبختی اور ہر قدم پر مجھے ثبات عطا فرما تاکہ میں ہمیشہ منعم علیہ بندوں کے راستے پر گامزن رہوں "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ" اپنے محبوب بندوں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا کر اور ان نیک بندوں کی صحبت میرے دل میں گھر کر دے اور اس اُنس اور نعمت کی بدولت گمراہوں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے راستے کی معرفت عطا کر۔ "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ" تاکہ میں اس سے احتراز کر سکوں اور بچ سکوں شیطان میرے باپ دادا کے طور طریقوں کو میرے سامنے مزین نہیں کر سکتا۔ نہ ہوائے نفس اور بہیمی خواہشات کو روغن مل کر مجھے دھوکہ دے سکتا ہے اگر ایک بار اُس نے مجھے فریب دے دیا تو میں جلد رُشد و ہدایت اور صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آؤں۔

جب آپ اس مناجات میں پہنچے ہوں گے، دل آپ کا حاضر ہوگا تو نفس آپ کا بیدار ہوگا اور آپ کی رُوح۔ جو آسمان کے بلند ترین حصے تک جا چکی ہو گی۔ اپنے رب کے جواب کو سنے گی اور کلام الٰہی کی شیرینی کو محسوس کرے گی اور کتابِ عزیز کے ثمرات سے مستفید ہو گی۔ پھر آپ طول طویل مناجات اور مکالمہ میں لگ جائیں گے، قرآن کا جتنا حصہ ممکن ہوگا پڑھیں گے اس سے آپ کا رب اپنی نعمتوں کو دو چند کر دے گا۔ آپ کو احکام و قوانین سے باخبر کرے گا، پاکیزہ اور پُر امن زندگی گزارنے کے طریقے بتائے گا، اپنے ہدایت یافتہ انبیاء اور ان کے نیک پیروکاروں کے قصے سنائے گا۔ اور ان لوگوں کی داستان آپ کے سامنے رکھ دے گا جن پر اُن کے رب نے انعام

کیا انہیں دنیا و آخرت کی عزت اور بہبودی عطا کی اور اپنے دشمنوں اور اپنے رسولوں کے دشمنوں کے حالات سنائے گا اور ان سخت سزاؤں کا بھی ذکر کرے گا جن سے اس نے انہیں دوچار کیا کیوں کہ وہ اس کے اہل تھے، اللہ نے اُن پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا۔ ان اسماء وصفات کو بھی دہرائے گا جن سے اپنی ذات کو متصف کیا ہے جو دل میں اس سے عظیم محبت اور اس پر توکل کو اُبھارتی ہیں اور صرف اسی سے رشتہ جوڑنے کی دعوت دیتی ہیں۔ وہ آخرت کی خبروں اور اس میں نہریں بہتے والے باغات اور جہنم کی آگ اور انسانوں اور پتھروں کے ایندھن کا ذکر کرے گا، اس پورے عرصہ میں آپ حاضر رہئے اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمنوں کو دیکھیں گے اور اپنے نفس، عقیدہ، اخلاق اور اعمال سے سوال کریں گے: کیا تمہارے اندر بھی وہ صفات اور اعمال ہیں جو تم کو ان ظالموں میں داخل کر دیں؟ آپ کو احساس ہوگا اور میرا خیال ہے کہ یقینی طور پر احساس ہوگا کہ جواب اثبات میں ہے۔ فوراً آپ اپنے نفس کو ان سے نجات دلائیں اور اسے اپنے رب کے لیے دامن میں پناہ لینے پر آمادہ کریں اور پکار اُٹھیں کہ وہ آپ کو علم نافع اور ہدایت دے کر اور آپ کی معزز باشعور انسانیت کو قوی بنا کر ان لوگوں سے دور رکھے۔ تاکہ آپ مخلص لوگوں میں شامل ہو سکیں۔ آپ اللہ کے اولیاء انبیاء اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ ہر وقت موجود رہیں اور اپنے نفس سے پوچھیں، اُن سے پاکیزہ عقیدت تمہارے اندر کتنی پائی جاتی ہے؟ ان کے بلند اخلاق تمہارے اندر کس درجہ پر ہیں۔ اور ان کے نیک اعمال میں سے تمہیں

کِتنا حصّہ ملا ہے؟ آپ کو اپنی کوتاہی کا صد درجہ احساس ہوگا۔ اور فوراً اپنے رب کی طرف پلٹیں گے کہ وہ آپ کو روشن ہدایت اور قوت دے تاکہ ان کی عقیدت ان کے اخلاق اور ان کے اعمال آپ اختیار کر سکیں، اور ان ساری چیزوں کو آپ آسان سمجھیں گے کیوں کہ اگر آپ نے ایاک نستعین کہہ کر اس سے استعانت کی تو رحمٰن و رحیم آقا آپ کی مدد کرے گا۔ اور اسے آپ پر آسان بنا دے گا۔

اِس وقت آپ کو اِحساس ہوگا کہ اللہ کی علمی و کائناتی اور اس کی طرف سے فطرتِ سلیمہ کی ہدایت جو آپ کو عطا ہوئی ہے، کتابِ عزیز اور آیاتِ بیّنات کی ہدایت، جن سے اُس نے آپ کا سینہ کھول دیا ہے اور وہ معیت جو اس نے اپنے رسولوں کو اور صدیقین و صالحین کی عطا کی ہے۔ یہ سب نعمتیں آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیں گی۔ جسے وہ اُٹھا نہ سکے گی اور آپ اپنے رب کی بارگاہ میں رکوع میں چلے جائیں گے جس نے آپ پر فضل و احسان کیا ہے حالانکہ آپ کی طرف سے کوئی صلہ اسے ملنے والا نہیں، آپ تو بس فانی ہیں، اسے کیا دے سکتے ہیں؟ آپ کا دل اور آپ کی زبان اپنے عظیم رب کی تسبیح کرے گی اور ان نعمتوں کے ساتھ تفکر اور تدبر کے بحرِ ذخار میں سیر کرے گی اور اس ربِ عظیم کی تنزیہ و تقدیس کرتی رہے گی اس وقت آپ کے زندہ وجدان اور اس دنیا کے اوپر اُٹھتی ہوئی رُوح کے ذریعہ آپ کو احساس ہوگا کہ آپ اس لائق ہیں کہ لوٹ جائیں۔ اور پھر سے اللہ کی حمد کریں تو آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں یعنی سن لے، اے بزرگ و برتر اے کبیر و عظیم ذات میری دوبارہ حمد کو جس کے ذریعہ تیری نعمتوں اور احسانات سے اپنی پیٹھ کو بوجھل ہوتے دیکھ کر

میں تیری تعریف کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں۔

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ أَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اے ہمارے رب، ساری حمد تیرے لیے ہے آسمانوں کے برابر اور زمین کے برابر اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اس کے برابر اور جو اس کے بعد تو چاہے اس کے برابر تو ثنا اور عظمت کا اہل ہے اور بندے نے جو کچھ کہا ہے اس کا مستحق ہے۔ اور ہم سب تیرے بندے اور غلام ہیں۔ تو جسے دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے مقابلہ میں کوئی کسی بخت یاور کو نفع نہیں پہنچا سکتا)

چنانچہ ملأ اعلیٰ میں پہونچی ہوئی آپکی روح گواہی دیتی ہے کہ: تمہارے رب نے فضل کیا اور تمہاری تکریم کی اور تمہاری حمد و ثنا اور ذکر کو سن لیا اور تمہارا تذکرہ اس نے ملأ اعلیٰ میں کیا اور تم سے ایک بالشت اور ایک گز اور اس سے زیادہ قریب ہوگیا ان انعامات اور احسانات کو لادنے کے بعد آپ کی پیٹھ اور بوجھل ہوگئی تو آپ سجدے میں گر پڑے اور عبودیت کے بلند ترین مقام کو پہنچ گئے جو خود سپردگی اور ہر چیز سے دست بردار ہوکر اس رب کے آگے اپنے کو ڈال دینے کی منتہا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں آپ ہیں اور ہر چیز ہے وہی ہر خیر کا دینے والا ہے تو

آپ اس کی مجد و شرف کے گن گانے لگے، اس کی نعمتوں کے ساتھ تیرنے لگے اور اسکی تسبیح کرنے لگے اور آپ کو محسوس ہوا کہ اس نے اپنی نعمتوں کے خزانے آپ پر کھول دیئے ہیں اور دُنیا و آخرت مال و اولاد اور مومن رشتہ داروں کے لیے مانگنے کی جو ترغیب اس نے دلائی ہے اس کے دروازے اس نے وا کر دیے ہیں۔ آپ کو ایوبؑ کا قول یاد آگیا۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ نے سونے کی بارش کی اور وہ اسے اپنے کپڑوں میں سمیٹنے لگے تو اللہ نے اُن سے پوچھا: اے ایوب! کیا اب تم کو مَیں نے بے نیاز نہیں کر دیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ”ہاں میرے رب۔ لیکن تیرے فضل سے بے نیازی کہاں ہے“

اور رسول اللہ کا یہ قول یاد آگیا ”جس حالت میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ سجدوں کی حالت ہے جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کا مستحق ہوتا ہے کہ خدا اس کی دُعا سن لے۔“

پھر آپ سجدے سے اُٹھتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں سے اپنے رب سے استغفار کرتے ہیں پھر اسی طرح سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسری رکعتیں پڑھتے ہیں۔ یہانتک کہ دو رکعتوں کے آخر میں یا نماز کے آخر میں آپ بیٹھتے ہیں تو آپ اپنے رب کی پاکیزہ حمد و ثنا کرتے ہیں جو اس کے مناسب ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پیش خدمت کرتے ہیں جو آپ کے امام اور اسوہ ہیں اور انہیں کے مبارک ہاتھوں، پاکیزہ زبان اور قلب سلیم کے واسطہ سے آپ تک یہ خیر پہنچا اور آپ پر ان نعمتوں کی بارش ہوئی اور آپؐ نے اس خیر کے پہونچانے میں جن مصیبتوں اور مشقتوں کو برداشت

کیا وہ آپ جیسے سینکڑوں اِنسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ پھر آپ اپنے اوپر اور اپنے نیک بھائیوں کے اوپر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر آپ کو موقع ملتا ہے اور شہادتین سے اپنی اسلامیت کی تجدید کرتے ہیں پھر اپنے رب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اپنے پاکیزہ بندے اور محبوب رسولؐ اور اہل توحید کے امام حضرت ابراہیمؑ اور اِن دونوں کی اولاد (اِس توقع میں کہ آپ بھی اِن کے اہل میں شامل ہو جائیں)۔ پر وہ نوازشیں اور رحمت وکرم کرے جس پر بس اللہ قادر ہے، آپ اس پر قادر نہیں ہیں اس لیے کہ جو ہدایت اور دین آپ کے پاس آیا ہے جس کے ذریعہ اللہ نے آپ کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں، گمراہی سے نکال کر ہدایت میں، اور بدبختی سے نکال کر دُنیا وآخرت کی سعادت میں داخل کیا وہ آپ کے بس کی چیز ہے نہ روئے زمین کے تمام باشندوں کے بس کی چیز ہے۔ وہ تو بس آپ کے رب کا عطیہ اور اس کی بخشش اور فیضان ہے جو کہ بے نیاز ہے۔ اور ستودہ صفات ہے پھر آپ اپنے رب سے اپنی دنیا وآخرت، مال واولاد اور مومن مردوں اور عورتوں سب کے لیے مانگتے ہیں اور پوری نماز اور مناجات میں رب کبیر سے قریب ہونے کی وجہ سے اس دنیوی اور فانی وجود سے غائب رہتے ہیں۔

پھر جب یہ مکمل ہو جاتا ہے تو عطیات اور نوازشوں سے بوجھل ہونے کے بعد اس وجود کی طرف پلٹتے ہو پھر تم "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے دائیں بائیں منہ پھیرتے ہو جیسے کہ کوئی کسی مجلس میں غائب ہونے کے بعد آیا ہو اور انکو سلام کر رہا ہو۔ نمازی کو اپنی روح اور اپنی باشعور معزز انسانیت کے ساتھ اس وجود سے غائب

رہنا چاہیے اس کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ اللہ کے رسول نے محراب کو وہ حیثیت دی جیسے وہ اس روئے زمین کا ٹکڑا ہی نہیں ہے اور اس سے گزرنے والے کو شیطان کہا اور اس سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا: "اگر تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے چالیس سال تک اپنی جگہ کھڑا رہنے کو بہتر سمجھے۔"

جب اس معزز مناجات سے فارغ ہو لیں تو اپنے نفس کا محاسبہ کریں کہ کیا آپ نے مکمل عبودیت کا مظاہرہ کیا ہے جس طرح اس رب کے سامنے ہونا چاہیے جس نے آپ کو یہ تکریم اور شرف عطا کی؟ تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے نفس نے ظلم کیا ہے، اپنے رب کے ساتھ حد درجہ کوتاہی کی ہے تو آپ تین بار استغفار کریں گے اور رب سے درخواست کریں گے کہ وہ آپ کو وہ علم وہدایت اور بصیرت و بیداری عطا کرے جو آپ کے حیوانی نقائص کو ڈھانک سکے۔ اور آپ کی معزز انسانیت کو اتنا قوی بنا سکے جس کو آپ اس حیوانیت کا حَکَم بنا سکیں یہاں تک کہ وہ آپ کے رب کی پسند اور خوشنودی کے تابع ہو جائے صرف نماز ہی میں نہیں زندگی کے تمام معاملات میں رب کی رضا کی پابند ہو جائے۔

یہ ہے وہ نماز جس کے رات و دن میں آپ کے رب نے اوقات متعین کیے ہیں اور جو شخص اس کی قدرت اور استطاعت نہیں رکھتا اس سے وضوء، غسل، تیمم، کپڑے، قبلہ رو ہونا، قیام وقعود سب ساقط کر دیا لیکن متعین نماز ساقط

نہیں کی یہاں تک کہ جنگ اور شہادت کے موقع پر بھی اسے منسوخ نہیں کیا اس لیے کہ ہر بندہ ہر حال میں اپنے رب کا محتاج ہے بلکہ مرض اور مصائب و شدائد میں تو اور زیادہ ضرورت مند ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اس سے نوازتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

یہ ہے نماز کی روح اور اس کی معنویت اور حقیقت، اور اس پر اللہ نے دنیا و آخرت کی سعادت اور کامیابی کا وعدہ کیا ہے اور یہی نماز بے حیائی اور بدعملی سے روک سکتی ہے۔

افسوس ہے اس شخص پر جو مغز کو ضائع کردے اور چھلکوں پر مرمٹے اور کتنے ناکام ہیں وہ لوگ جنہوں نے نماز سے بدترین غفلت برتی اور اس کی حقیقت کو فراموش کردیا تو اس کے پاکیزہ ثمرات اور ان بھلائیوں سے محروم رہ گئے جن سے نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے جن کے ذریعہ ارواح کو نشو و نما ملتی ہے۔ دلوں کی حفاظت ہوتی ہے اخلاق پاکیزہ ہوتے ہیں اور فرد اور معاشرہ سنورتا ہے لوگ کبائر اور فواحش سے بچتے ہیں اور رب کی تمام نعمتوں سے بہتر طور سے استفادہ کرتے ہیں اور نیکی و تقویٰ عدل و احسان اور حقوق کی پاسداری وغیرہ بلند اور پاکیزہ صفات سے متصف ہوتے ہیں۔

انہیں باتوں کے پیش نظر میں نے امام احمد بن حنبلؒ کے اس رسالہ کا مقدمہ تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے سوچا کہ جو کچھ میرے دل میں ہے اسے اپنے مسلمان

بھائیوں کے سامنے پیش کردوں اور اللہ سے یہ توقع رکھوں کہ وہ مجھے اور انہیں اس سے اور امام احمدؒ کی وصیت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے گا اور ہماری اور آن کی مغفرت فرمائے گا اور یہ کہ لوگ اپنی غفلت سے ہوشیار ہوں گے۔ اس طویل خواب سے بیدار ہوں گے جس کے ذریعہ شیاطین انس وجن نے انھیں اندھی تقلید اور اوہام وخرافات کی پیروی میں مبتلا کر رکھا ہے وہ رشد وہدایت کی طرف پلٹیں گے اور عزیمت کی پختگی اور احتیاط کی شدت کے ساتھ اور علم وبصیرت کی روشنی میں اس صحیح اسلام کی طرف تیزی سے رجوع کریں گے جسے لے کر اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدؐ ہمارے پاس آئے۔ جن کی آخری وصیت یہ تھی کہ:

"میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جنہیں اگر تم مضبوطی سے پکڑو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت"۔

اسے اللہ نے اپنے فضل ورحمت سے ہر تبدیلی اور تغیر سے محفوظ رکھا۔ اس وقت سے اللہ کی کتاب تر وتازہ اور شاداب رہی ہے جیسے رسولِ امینؐ کے قلب پر جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوئی تھی۔ وہ آج بھی آپ کو آواز دے رہی ہے جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو آواز دی تھی:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾
(یونس: ۵۷)

لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے) ایمان والوں کے لیے ہدایت ورحمت ہے

اَتَّبِعُوا مَآ اُنزِلَ اِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝٣

(اعراف : ۳)

لوگو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو)

پچھلے دور کے لوگوں نے سچے دل سے اس پر لبیک کہا چنانچہ وہ خیر اُمت تھے جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا تھا، وہ بھلائی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے روکتے تھے اور اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ اُنہیں یہ نعمت اُن کے اور آپ کے رب نے دی تھی تو آپ بھی انھیں کی طرح اس پر لبیک کہیں تو آپ کو اللہ اسی طرح دے گا جس طرح اس نے اُن کو دیا تھا اور آپ کو اس ہدایت وسعادت سے ہمکنار کریگا جس سے ان کو ہمکنار کیا تھا:

يَآاَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِۦ وَاَنَّهُۥٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝٢٤

(انفال : ۲۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اسکے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اس کی طرف تم سمیٹے جاؤگے)

میں نے اس رسالہ کی تحقیق (مکتبہ) المنار اور مسجد حرام کے مدرس شیخ محمد بن عبدالرزاق حمزہ اور ادیب استاذ محمود شاکر کے مطبوعہ نسخوں اور ابن ابی یعلی کی (تالیف) الطبقات الکبریٰ کے قلمی نسخہ سے کی ہے اور پوری طاقت بھر احادیث کے سلسلے میں اُن کے اصول سے مراجعت کی ہے اور محمد بن عبدالرزاق اور استاد محمود شاکر کی تخریجات سے استفادہ کیا ہے اور امام احمد کے عقیدے کا تھوڑا سا حصہ بڑھا دیا ہے تاکہ اس سے استفادہ عام ہو سکے۔ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ أَجْمَعِينَ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس سے فائدہ پہونچائے اور مجھے اور آپ کو اپنے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

قاہرہ ۲۵ شعبان ۱۳۷۱ھ

العبد الفقیر الی عفو اللہ ورحمتہ

محمد حامد الفقی

عقیدۂ امام احمد بن حنبلؒ

قاضی ابوحسین محمد بن قاضی ابویعلی محمد حسین الفراء متوفی ۵۲۶ھ، طبقات الحنابلہ میں مسدد بن مسرہد بن مسربل کی سوانح حیات میں کہتے ہیں:

ہمیں علی بن بسری نے بواسطہ ابن بطہ بتایا وہ کہتے ہیں مجھے علی بن احمد المقری المراغی نے بتایا وہ کہتے ہیں ہمیں محمد بن جعفر بن محمد السوندینی نے بتایا انہیں علی بن محمد بن موسیٰ حافظ جو ابن معدل کے نام سے مشہور ہیں۔ نے بتایا انہیں احمد بن محمد التمیمی المزرندی نے بتایا وہ کہتے ہیں: جب مسدد بن مسرہد بن مسربل کو فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ اور قدر، رفض، اعتزال، خلق قرآن اور ارجاء وغیرہ نت نئے مسائل میں عوام گھر گئے تو انہوں نے احمد بن حنبلؒ کے پاس لکھا: میرے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت لکھ بھیجئے۔ جب اُن کا خط احمد بن محمد بن حنبلؒ کو ملا تو رو پڑے اور فرمایا: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یہ بصری سمجھتا ہے کہ اس نے علم پر مال کثیر خرچ کیا ہے اور اسے اللہ کے رسول کی سنت کا پتہ نہیں۔ پھر ان کے پاس تفصیل سے خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہر زمانے میں اہل علم کو باقی رکھا جو گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور انھیں ہلاکت میں پڑنے سے روکتے ہیں کتاب الٰہی کے ذریعہ مردوں میں زندگی دوڑاتے ہیں اور سنتِ رسول اللہؐ کے

ذریعہ جہالت اور ہلاکت میں گرنے والوں کی کمر تھام لیتے ہیں کتنے ہی ابلیس کے ہاتھوں زخم خوردہ پڑے تھے اُن کے اندر انہوں نے زندگی کی رُوح پھونک دی اور کتنے ہی گم کردہ راہ تھے جنہیں انہوں نے راستہ دکھایا۔ ان کے اثرات لوگوں پر کتنے نمایاں ہیں۔ یہ اللہ کے دین سے غلو پسندوں کی تحریف، غلط کاروں کی ترمیم اور گمراہوں کی تعدیل کو دور رکھتے ہیں۔ ان گمراہوں نے بدعت کے پرچم اُٹھا لیے ہیں۔ فتنہ کی باگ دوڑ ڈھیلی کردی ہے اور جہالت میں اللہ کے خلاف اور اللہ کے بارے میں (جن سے اللہ بہت بلند اور پرے ہے) اور قرآن کے متعلق طرح طرح کی باتیں کہتے ہیں۔ ہم ہر گناہ کی فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور درود وسلام ہو محمدؐ پر۔

امّا بعد: اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس چیز کی توفیق دے جس میں اس کی اطاعت ہے اور ہر اس عمل سے دور رکھے جو اس کی ناراضگی کا باعث ہو اور ہمیں اور آپ کو عارفین باللہ اور اس سے ڈرنے والے کے عمل کی توفیق دے۔ وہی اس کا نگران اور ذمہ دار ہے۔

مَیں آپ کو اور اپنے کو اللہ سے تقویٰ کرنے اور سنت سے چمٹے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کتاب وسنت کی مخالفت کرنے والے پر کیا گذری ہے اور اس کے پیروکاروں کا کتنا اچھا انجام ہوا ہے۔ ہمیں نبیؐ سے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بندے کو اس سنت کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے جسے وہ تھامے رہتا ہے۔" مَیں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ قرآن پر کسی

چیز کو ترجیح نہ دیں کیوں کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور جو کچھ اللہ نے کہا ہے وہ مخلوق نہیں ہے اور قرونِ ماضیہ کے بارے میں جو خبریں ہیں اس نے دی ہیں وہ مخلوق نہیں ہیں اور جو کچھ لوحِ محفوظ میں ہے اور مصاحف میں ہے اور لوگ جس کی تلاوت کرتے ہیں اور جس طرح بھی پڑھا جاتا ہو اور جس طرح بھی بیان کیا جاتا ہو سب اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں، جس نے اسے مخلوق کہا وہ اللہ بزرگ و برتر کا منکر ہو گیا اور جس نے انھیں کافر نہ سمجھا وہ بھی کافر ہے۔

پھر اللہ کی کتاب کے بعد نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث اور آپ کے صحابہ کے اعمال و اقوال ہیں۔ تمام رسول جو کچھ لے کر آئے ان کی تصدیق کرنا اور سنت کی اتباع کرنا ہی نجات کا واحد راستہ ہے یہی اہل علم سے نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا آیا ہے اور جہم کی رائے سے دور رہو کہ یہ خود اس کی اپنی رائے ہے، اس کی اپنی باتیں ہیں اور اس میں بہت اختلافات ہیں۔ ہم نے جن اہل علم سے فیض حاصل کیا ہے وہ سب اس پر متفق ہیں کہ: جہمیہ تین فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے: قرآن اللہ کا کلام اور مخلوق ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے: قرآن اللہ کا کلام ہے اور سکوت اختیار کرتا ہے۔ یہ گروہ توقف اختیار کرنے والے ملعون ہیں۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہوئے ہم جو الفاظ نکالتے ہیں وہ مخلوق ہیں یہ سارے گروہ جہمیہ ہیں کفار ہیں۔ ان سے توبہ کرایا جائے اگر یہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ اور جن اہل علم کا زمانہ ہم نے پایا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جو اس طرح کی باتیں کہے

اس سے توبہ کرایا جائے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے نکاح کا معاملہ نہ کیا جائے نہ اس کا فیصلہ جائز ہے نہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا۔

ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ یہ گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ اگر ایمان کے ساتھ حسن عمل ہو تو اضافہ ہوتا ہے اور اگر بدعملی ہو تو گھٹ جاتا ہے اور آدمی ایمان سے اسلام کی طرف نکل آتا ہے اور اسلام سے اسے کوئی چیز خارج نہیں کر سکتی اِلّا یہ کہ وہ شرک کرے، اللہ کے کسی فریضے کو ٹھکرا دے اس کا انکار کر دے اگر محض سُستی و کاہلی سے اسے چھوڑ دے گا تو وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہے اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا۔

رہے یہ ملعون معتزلہ، تو جن اہلِ علم کا زمانہ ہم نے پایا ہے، ان سب کا اتفاق ہے کہ: یہ لوگ گناہ کی وجہ سے کافر کہہ دیتے ہیں اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آدمؑ نے کفر کیا تھا اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب یعقوبؑ سے جھوٹ کہا تھا تو اس وقت کفر کیا تھا اور معتزلہ کا اجماع ہے کہ جو ایک دانہ چوری کرلے وہ کافر ہے اس کی عورت جدا ہو جائے گی اور اگر اس نے حج کیا تھا تو پھر سے حج کرے گا، جو لوگ اس طرح کی باتیں کہتے ہیں وہ کافر ہیں ان سے نکاح و بیاہ نہ ہوگا نہ اُن کی شہادت قابل قبول ہوگی۔

رہے روافض، تو ہم نے جن اہل علم کا زمانہ پایا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ علی بن ابی طالبؓ ابوبکر صدیقؓ سے افضل ہیں اور علیؓ کا اسلام ابوبکرؓ کے اسلام سے افضل ہے اور جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ

علی بن ابی طالبؓ ابوبکرؓ سے افضل ہیں اس نے کتاب وسنت کی تردید کی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے:

(محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ
ان کے ساتھ ہیں[1]) (فتح: ۲۹)

یہاں اللہ نے نبیؐ کے بعد سب سے پہلے ابوبکرؓ کا تذکرہ کیا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "اگر میں کسی کو حبیب بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اللہ نے تمہارے اس دوست کو حبیب بنالیا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" اس لیے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ علیؓ کا اسلام ابوبکرؓ کے اسلام سے افضل ہے وہ جھوٹ کہتا ہے اس لیے کہ پہلے اسلام لانے والے عبداللہؓ بن عثمان عتیق اور ادر ابوبکر بن ابی قحافہؓ ہیں اور اس وقت وہ ۳۵ سال کے تھے اور علیؓ سات سال کے بچے تھے جن پر احکام وفرائض اور حدود نافذ نہیں ہوتے تھے۔

---

[1] یہاں اس معنیٰ میں ہے کہ جو آپ کے ساتھ تھے غار میں۔ لیکن یہاں "الذین" جمع استعمال ہے اور اسکے بعد جو صفات گنائی ہیں وہ عام صحابہ میں پائی جاتی ہیں اس لیے اگر اس آیت سے استدلال کرتے تو اچھا ہوتا:

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (توبہ: ۴۰)

جب کافروں نے اسے نکال دیا تھا جب وہ صرف دو میں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے"

ہم قضا و قدر پر اس کے خیر و شر، تلخ و شیریں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ اللہ نے مخلوقات سے پہلے جنّت بنائی اور اس کے باشندوں کو پیدا کیا اس کی نعمتیں دائمی ہیں اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ جنّت کی کوئی نعمت ختم ہو جائے گی تو وہ کافر ہے۔ اس نے مخلوقات کی تخلیق سے پہلے جہنم بنائی اور اس کے باشندوں کو پیدا کیا اور اس کا عذاب دائمی ہے اور اہلِ جنت اپنے رب کو لا محالہ دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ محمدؐ کی شفاعت کے تحت کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالے گا اور اللہ نے موسیٰؑ سے رو، در رو، بات کی اور ابراہیمؑ کو اپنا حبیب بنایا اور پُل صراط حق ہے، میزان یقینی ہے۔ انبیاء سچے ہیں، عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، حوض اور شفاعت پر ایمان رکھنا، منکر نکیرؑ[1] پر ایمان رکھنا۔ عذابِ قبر پر ایمان رکھنا، ملک الموت پر ایمان رکھنا کہ وہ روح قبض کرتے ہیں پھر قبروں میں جسم کے اندر روح لوٹا دی جاتی ہے اور ان سے ایمان و توحید کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور صور پھونکنے پر ایمان رکھنا۔ صور ایک سنکھ ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے۔ مدینہ میں جو قبر ہے وہ محمدؐ کی قبر ہے اور آپؐ کے ساتھ ابوبکرؓ اور عمرؓ کی قبریں ہیں اور بندوں کے دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے بیچ میں ہوتے ہیں اور دجّال اس اُمّت میں یقیناً ظاہر ہوگا اور عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے۔ اور باب لُد پر اس کو قتل کر دیں گے، ان سب

---

[1] قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کے نام کے بارے میں کوئی ثابت حدیث نہیں آتی جیسا کہ امام ابن قیم وغیرہ کی تحقیق ہے۔

پر ایمان لانا واجب ہے۔

اور جن چیزوں کا علماء نے شبہ سے انکار کیا ہے، وہ انکار کیئے جانے کے لائق ہیں۔ اور تمام بدعتوں سے بچو، کسی آنکھ نے نبیؐ کے بعد ابوبکرؓ سے بہتر اِنسان نہیں دیکھا نہ ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ سے بہتر اِنسان کسی نے دیکھا نہ عمرؓ کے بعد عثمان بن عفانؓ سے بہتر آدمی کسی نے دیکھا نہ عثمانؓ کے بعد علی بن ابی طالبؓ سے اچھا انسان کسی نے دیکھا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

احمدؒ کہتے ہیں: بخدا یہ خلفائے راشدین ہیں، ہم عشرۂ مبشرہ کی جنت کی گواہی دیتے ہیں اور وہ یہ لوگ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید بن زید عبدالرحمن بن عوف اور ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور نبیؐ نے جن لوگوں کے لیے جنّت کی شہادت دی ہے ہم بھی اُن کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں۔

نماز میں رفع یدین کرنا نیکیوں کو بڑھا دیتا ہے، جب امام "وَلَا الضَّالِّيْن" کہے تو زور سے آمین کہنا چاہیے اور جو مر گیا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہیئے

ہر امام کے ساتھ غزوہ اور حج میں خروج کرنا، اس کے پیچھے جماعت، جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرنا واجب ہے۔ اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض و نکتہ چینی جائز نہیں ہے۔ اور ان کے فضائل کا ذکر کیجیئے اور باہمی اختلافات کو نہ چھیڑیئے اور کسی بدعتی سے اپنے دین کے بارے میں مشورہ نہ لیجیئے نہ اپنے سفر میں اس کی رفاقت اختیار کیجیئے۔

نکاح اس وقت تک درُست نہیں جب تک ولی، پیام نکاح دینے والا اور

دو عادل گواہ نہ ہوں۔ متعہ قیامت تک کے لیے حرام ہے اور جس نے بیک وقت تین طلاق دیئے اس نے جہالت کی اور اس کی بیوی حرام ہوگئی اور وہ اس کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہوگی جب تک کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔[1]

جنازے کی چار تکبیریں ہیں اگر امام پانچ بار تکبیر کہہ دے تو اس کے تم بھی تکبیر کہو ابن مسعودؓ کہتے ہیں اتنی بار تکبیر کہو جتنی بار تمہارا امام کہے۔" احمدؒ کہتے ہیں شافعیؒ میرے خلاف ہیں اور کہتے ہیں۔ اگر چار تکبیروں سے زائد کہہ دے اتو اپنی نماز دھرائے اور نبیؐ کے اس عمل سے استدلال کیا کہ آپؐ نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

---

[1] شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ کی تحقیق یہ ہے کہ جو طلاق اللہ نے مشروع کیا ہے اور جس پر احکام مرتب ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ ایک طُہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے ہاتھ نہ لگایا ہو"انت طالق" کہے کتاب وسنّت کے نصوص اس سلسلہ میں بالکل واضح اور صریح ہیں اور اسی پر رسولؐ اور ابو بکرؓ کے دَور میں عمل ہوتا تھا اور یہی ہدایت اور دین ہے جس سے ہٹنا کسی طرح جائز نہیں ہے چاہے کوئی بھی کہے اور جس نے ایک ہی مجلس میں ایک بار تین طلاق کہہ کر بیوی کو جُدا کر دیا اس کی طلاق مغلظہ واقع ہوگئی۔ اب اس کی بیوی اسی صورت میں حلال ہوسکتی ہے جب وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے۔ اس آدمی کے حق میں کوئی دلیل نہیں بلکہ سارے دلائل اس کے خلاف ہیں۔ اور اللہ ہی صحیح بات کی توفیق دیتا ہے۔

خفین پر مسح مسافر کے لیے تین دن اور تین رات تک ہے اور مقیم کے لیئے ایک دن اور ایک رات تک ہے اور جب مسجد میں داخل ہوں تو تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کیئے بغیر نہ بیٹھئے اور وتر ایک رکعت ہے اور اقامت انفرادی ہے۔

اہل السنت سے محبت کیجئے کہ وہ صحیح عقیدے پر ہیں۔ اللہ تعالٰے ہمیں اور آپکو سنت پر اور اجتماعیت سے وابستگی کی حالت میں موت دے اور ہمیں اور آپکو علم کے اتباع کی توفیق دے اور اپنے پسندیدہ محبوب اعمال پر کاربند رکھے۔

قاضی ابوحسین محمد بن قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسین الفرا، طبقات الحنابلہ میں مُھنا بن یحییٰ شامی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ ہمیں بتایا مبارک نے انہیں بتایا ابراہیم نے انھیں بتایا ابوعمر نے انھیں بتایا طیب نے انہیں بتایا ابوالقطان العبتی نے وہ کہتے ہیں ہمیں بتایا سہل التستری نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پڑھ کر سنایا مُھنا بن یحییٰ شامی نے:

یہ کتاب نماز کے متعلق ہے کیوں کہ نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اس کی تکمیل واستحکام کے عوام حد درجہ ضرورت مند ہیں اس کتاب کی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے کیوں کہ انھوں نے نماز کو ہلکی چیز سمجھ لیا ہے۔ اسے ضائع کر رہے ہیں اور لوگ اپنے امام سے رکوع وسجدہ وغیرہ میں سبقت لے جاتے ہیں اسے ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل نے ان لوگوں کی خدمت لکھا ہے جن کے ساتھ انہوں نے چند نمازیں پڑھی تھیں

اے لوگو! میں نے تمہارے ساتھ نماز پڑھی ہے میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ رکوع وسجود، قیام وقعود میں امام پر سبقت لے جاتے ہیں، جو شخص امام پر سبقت لے جانے کی کوشش کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہ چیز نبیؐ سے اور آپؐ کے صحابہ سے منقول ہے۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا "کیا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے اسے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ اسکے سر کو گدھے کا سر بنا دے[1]"

---

[1] ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ متفق علیہ۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ کتے کی شکل بنادے[1]" اور یہ اس وجہ سے ہے اس نے اپنی نماز خراب کرلی ۔ اور اِس کی نماز نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اگر اس کی نماز ہوتی تو اس کے ثواب کی توقع کی جاتی اور اس کے بارے میں اس بات کا خوف نہ رہتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادے۔ دوسری حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے، تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے اُٹھ جاتا ہے"[2] اور براء بن عازب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں "ہم نبیؐ کے پیچھے تھے۔ جب آپ قیام سے سجدہ کے لیے جھکتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ نہ موڑتا جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کے پیچھے قیام کی حالت میں رہتے۔ یہاں تک کہ نبیؐ جھک پڑتے اور تکبیر کہتے اور اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے اور لوگ کھڑے رہتے پھر آپ کی پیروی کرتے[3] اور اصحاب رسول سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ "اللہ کے رسول سیدھے کھڑے ہو جاتے اور ہم اس کے بعد تک سجدے میں پڑے رہتے۔" ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو دیکھا جو امام سے سبقت کرگیا تھا تو انہوں نے

---

[1] طبرانی نے ابن مسعود پر موقوف کرکے اس کی روایت کی ہے اور ابن حبّان نے ابوہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

[2] اسے مسلم نے ابوموسیٰ اشعری رضؓ کی حدیث سے روایت کی ہے۔

[3] متفق علیہ ہے اور بزّار نے اسے نعمان بن بشیر رضؓ کی حدیث سے روایت کی ہے۔

کہا : نہ تیری انفرادی نماز ہوئی نہ تو نے امام کی اقتدا کی"۔ اور جو شخص نہ تنہا نماز پڑھے نہ امام کی اقتدا میں، تو اس کی کوئی نماز ہی نہ ہوئی۔ ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ امام سے سبقت کر گیا ہے تو اس سے فرمایا : تو نے نہ تنہا نماز پڑھی نہ امام کے ساتھ۔ پھر اسے مارا اور کہا کہ نماز دہرائے۔"[1] اگر اس کی نماز عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک ہوگئی ہوتی تو آپ اسے دہرانے کا حکم نہ دیتے۔ حطّان بن عبداللہ الرّقاشی سے روایت ہے کہ ہمیں ابو موسیٰ اشعریؓ نے نماز پڑھائی جب آپ قعدہ کی حالت میں تھے تو انھیں میں سے ایک آدمی نے کہا : "نماز کو نیکی اور زکوٰۃ سے ملا دیا گیا ؟" جب ابو موسیٰ نے نماز ختم کی اور سلام پھیر دیا تو پلٹے اور پوچھا : تم میں سے کسی نے یہ کلمات کہے ہیں لوگ ڈر کے مارے چپ ہو رہے آپ نے دوبارہ پوچھا تب بھی وہ خاموش رہے۔[2] تب آپ نے پوچھا : اے حطّان تم نے یہ بات کہی ہے ؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا : بخدا میں نے نہیں کہی ہے، مجھے اندیشہ تھا کہ آپ مجھی کو ڈانٹیں گے ایک شخص نے کہا، میں نے کہی ہے اور میرا ارادہ خیر ہی کا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری نے فرمایا : کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ نماز میں کیا کہنا چاہیے ؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خطبہ دیا۔ اور اس میں ہماری سنّت جو کچھ، ہم اس میں

---

[1] اس کی روایت مسلم ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

[2] یہاں اصل میں اُقرت کے بجائے عربی عبارت قرِنت تھی جیسا کہ ایک روایت میں الفاظ یہی ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں نیکی جو خیر و احسان کا جامع ہے کا تذکرہ نماز کے ساتھ میں آیا ہے اور اُرَمّ عربی صیغہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی خوف اور دہشت سے خاموش رہنے کے ہیں۔

کہیں اس کی وضاحت کی۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفوں کو درست کرلو پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بن جائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو غور سے سنو اور جب وہ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" کہے تو آمین کہو تمہیں اللہ محبوب رکھے گا اور جب وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا۔ تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا اور جب وہ اپنا سر اٹھائے اور کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو تم اپنے سر اٹھاؤ اور کہو: اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ تو اللہ تمہاری ضرور سنے گا اور جب وہ تکبیر کہے اور سجدہ میں چلا جائے تو تم بھی تکبیر کہو اور سجدے میں چلے جاؤ اور جب وہ اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے تو تم بھی اپنے سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا" اور جب قعدہ میں ہو تو تم سب سے پہلے یہ دعا پڑھو: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ یہاں تک کہ تم تشہد سے فارغ ہو جاؤ"

نبیؐ کے اس قول "جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو" کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ امام کا انتظار کرو یہاں تک کہ وہ تکبیر کہے اور تکبیر سے فارغ ہولے اور اس کی آواز بند ہو جائے تو اس کے بعد تم تکبیر کہو۔ لوگ اس سلسلہ میں بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور نرا جہالت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ساتھ ہی نماز ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ اور عوام اس کی توہین کرتے ہیں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ امام تکبیر شروع کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی مقتدی بھی تکبیر کہنے لگتا ہے۔ یہ غلط ہے اس وقت تک مقتدیوں کا تکبیر کہنا

جائز نہیں ہے جب تک کہ امام تکبیر نہ کہے، تکبیر سے فارغ ہو جائے اور اس کی آواز بند نہ ہو جائے اسی طرح نبیؐ نے فرمایا ہے کہ جب امام تکبیر کہے تب تکبیر کہو اور امام کی تکبیر اسی وقت ہو گی جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے، اگر وہ صرف اللہ کہہ کر خاموش ہو جائے تو اس کی تکبیر نہیں ہو گی تا آنکہ وہ اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد عوام تکبیر کہیں عوام کا تکبیر میں امام کا ساتھ پکڑنا غلط ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف ہے اس لیے کہ جب آپ کسی سے کہتے ہیں کہ" فلاں نماز پڑھ لے پھر اس سے بات کرو" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس انتظار کرو تا آنکہ وہ نماز پڑھ لے اور اس سے فارغ ہو جائے تب اس سے بات کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ نماز پڑھتے ہوئے اس سے باتیں کرتے رہو۔ بالکل اسی طرح نبیؐ کے اس قول" جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو" کا مطلب ہے۔ امام کے اندر سمجھ بوجھ نہ ہو تو بسا اوقات وہ تکبیر دیر تک کھینچ دیتا ہے اور اس کے ساتھ تکبیر کہنے والا تیزی سے تکبیر کہہ چکتا ہے اور امام سے پہلے ہی تکبیر سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اس طرح امام سے پہلے ہی وہ مکبر ہو جاتا ہے اور جو امام سے پہلے تکبیر کہہ دے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ وہ نماز میں امام سے پہلے داخل ہو گیا ہے اور امام سے پہلے تکبیر کہی ہے تو اس کی نماز کیسے درست ہو سکتی ہے۔

اور نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول:" جب وہ تکبیر کہے اور رکوع میں جائے تو تکبیر کہو اور رکوع میں جاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ امام کا انتظار کرو تا آنکہ وہ تکبیر کہے اور رکوع میں جائے اور اس کی آواز بند ہو جائے اور اس وقت تک مقتدی کھڑے

رہیں پھر اس کی پیروی کریں۔

اور نبیؐ کے قول "جب وہ اپنا سر اُٹھالے اور کہے سَمِعَ اللّٰہ لمن حمدہ تو اپنے سر اٹھاؤ اور کہو اللّٰھم رَبنالکَ الحمد کا مطلب یہ ہے کہ امام کا انتظار کرو اور رکوع میں رہو تا آنکہ امام اپنا سر اُٹھالے اور سَمِعَ اللّٰہ لمن حمدہ کہے اور اس کی آواز بند ہو جائے اور تم رکوع ہی میں رہو تب اسکی پیروی کرو اپنا سر اُٹھاؤ اور اللّٰھم رَبنالکَ الحمد کہو۔

اور آپکے قول "جب وہ تکبیر کہے اور سجدے میں چلا جائے تو تکبیر کہو اور سجدے میں چلے جاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کھڑے رہیں یہاں تک کہ امام تکبیر کہہ کر سجدے میں گر جائے اور اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے اور اس وقت تک وہ کھڑے رہیں تب اس کی تقلید میں وہ بھی سجدے میں جائیں۔ اسی طرح براء بن عازبؓ سے مروی ہے۔ یہ سب اللہ کے رسول کے اس قول کے موافق ہے: "امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے اُٹھے گا۔"

اور نبیؐ کے قول "جب وہ اپنا سر اُٹھالے اور تکبیر کہے تو اپنے سر اُٹھاؤ اور تکبیر کہو" کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی سجدے میں پڑے رہیں تا آنکہ امام اپنا سر اُٹھائے۔ تکبیر کہے اور اس کی آواز بند ہو جائے اور اسی وقت تک یہ سجدہ میں رہے تب یہ اس کی پیروی کریں اور اپنے سر اُٹھائیں۔

اور نبیؐ کے قول "یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا" کا مطلب یہ ہے کہ تم امام کا انتظار کرتے رہو یہاں تک کہ وہ تکبیر کہہ دے اور ہاتھ اُٹھالے اور تم کھڑے رہو تب اس کی پیروی کرو اور رکوع میں اس کا انتظار کرو یہاں تک کہ وہ اپنا سر

اُٹھالے اور سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ دے اور اس وقت تک تم رکوع ہی میں رہو تو جب وہ سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ دے اور اس کی آواز بند ہو جائے تب تم اس کی تقلید کرو، اپنے سروں کو اوراُٹھاؤ اللّٰھُمَّ رَبَّنَالَکَ الحمد کہو آپ کا یہ قول "یہ ایکدوسرے کے بعد ہوگا" ہر رفع اور خفض کے بارے میں ہے۔ یہ ہے مکمل نماز تواسے سمجھئے دیکھئے اور اپنی نمازوں کو درست کیجئے۔

یاد رکھیئے! آجکل اکثر لوگوں کی نماز رکوع وسجود اور قیام وقعود میں امام پر سقبت کرنے کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ حدیث میں آتا ہے: "لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا وہ نماز پڑھیں گے پھر بھی نہ پڑھنے کے برابر ہوگی"! مجھے اندیشہ ہے کہ شاید وہ زمانہ یہی ہے۔ اگر میں سو مسجدوں میں نماز پڑھوں تو ایک مسجد کے نمازیوں کو بھی اسی طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھ سکتا جس طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے منقول ہے اللہ سے تقویٰ کیجئے اور اپنی نمازیں اور اپنے ساتھ دوسرے پڑھنے والوں کی نمازیں غور سے دیکھئے۔

یادرکھیئے اکہ اگر کوئی شخص بہتر طریقے سے نماز پڑھتا ہے اس کی تکمیل کرتا اور اس کی شرائط پوری کرتا ہے پھر کسی ایسے شخص پر اس کی نظر پڑجائے جو اپنی نماز خراب کر رہا ہے، برباد کر رہا ہے اور امام سے سبقت لے جا رہا ہے اور اس پر خاموش رہتا ہے اس کی نماز کی خرابی اور امام سے سبقت لے جانے پر نہیں ٹوکتا اور اس کو نصیحت نہیں کرتا ہے تو وہ اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ اگر بہتر طریقے سے نماز پڑھنے والا نماز خراب کرنے والے کو نہیں روکتا ہے اور

اسے نصیحت نہیں کرتا ہے تو اس کا شریک ہے۔ بلال بن سعدؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "غلطی اگر چھپی رہے تو وہ اس کے ارتکاب کرنے والے ہی کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن اگر وہ عام ہو جائے اور اسے تبدیل نہ کیا جائے تو عوام کو بھی نقصان پہنچاتی ہے" اس لیے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور غلطی کرنے والے کے خلاف اظہار کراہیت کا جو فریضہ ان پر عائد ہوتا ہے اس سے پہلو تہی کر جاتے ہیں اللہ کے رسول فرماتے ہیں: "ہلاکت ہے عالم کے لیئے کہ وہ جاہل کو تعلیم نہیں دیتا۔" اگر عالم کے اوپر جاہل کو تعلیم دینا واجب اور فرض نہ ہوتا، محض یہ نفلی کام ہوتا تو خاموشی اختیار کرنے پر ہلاکت اور بربادی سے اسے دوچار نہ ہونا پڑتا اور اللہ تعالےٰ نفل کو چھوڑنے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے بلکہ ترک فرائض پر وہ گرفت کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کو تعلیم دینا فرض ہے اس لیئے اس سے خاموشی اختیار کرنے اور اسے نظر انداز کرنے والے کے لیئے ہلاکت ہے۔

اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اور نماز میں خاص طور سے تقویٰ کیجئے اور جاہل کو تعلیم دینے میں اللہ سے ڈریئے۔ اس لیئے کہ اسے تعلیم دینا فرض ہے واجب اور لازم ہے اور اسے چھوڑ دینے والا گناہگار اور غلط کار ہے

اور اپنی مسجد کے نمازی کو نماز درست کرنے اور اسے مکمل کرنے کا حکم دیجئے امام کی تکبیر ان کی تکبیر کے بعد ہو، ان کا رکوع وسجود، قیام وقعود سب امام کے بعد ہو۔

اور یاد رکھیئے کہ اس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ لوگوں پر لازم ہے

واجب ہے، اسی طرح نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے

حیرت کا مقام ہے۔ ایک شخص اپنے گھر میں آرام کرتا ہے لیکن اذان کی آواز سن کر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کی تیاری کرتا ہے اور پھر صرف نماز کی خاطر گھر سے نکل پڑتا ہے۔ بسا اوقات رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں نکلتا ہے۔ مٹی اور کیچڑ میں لت پت ہو جاتا ہے۔ کپڑے تر ہو جاتے ہیں۔ اگر گرمی کی راتیں ہوں تو بچھوؤں اور کیڑے مکوڑوں سے بھی محفوظ نہیں رہتا، ہو سکتا ہے کہ وہ کمزور اور مریض ہو لیکن اس کے باوجود مسجد تک جانا نہیں چھوڑتا، محض نماز کی خاطر اس سے محبت کی وجہ سے یہ ساری تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور اس کے آرام دہ گھر سے صرف نماز ہی اسے نکالتی ہے لیکن جب امام کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہے تو شیطان اسے دھوکہ دیتا ہے، وہ رکوع وسجود وقیام وقعود میں شیطان کے دھوکے میں آکر امام سے سبقت حاصل کر لیتا ہے کیوں کہ شیطان تو اس کی نماز باطل کرنا چاہتا ہے اور اس کا کیا کرایا غارت کرنا چاہتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز سے فراغت کے بعد مسجد سے باہر آتا ہے اور اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

تعجب ہے کہ سارے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے کوئی بھی نماز سے اس وقت تک نہیں لوٹتا ہے جب تک امام نہ لوٹے اور سب امام کا انتظار کرتے ہیں تا آنکہ وہ سلام پھیر دیتا ہے اور یہ سب "اِلّا ماشاءاللہ" شیطان سے دھوکہ کھا کر نماز کی کوئی اہمیت نہ سمجھنے کی وجہ سے قیام وقعود اور رکوع وسجود میں امام سے پہل کر جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ "اسلام میں

اس کا کوئی حِصّہ نہیں جس نے نماز ترک کی[1] جو شخص نماز کی اہانت کرتا اور اس کا مذاق اُڑاتا ہے۔ وہ دراصل اسلام کی اہانت اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور اسلام میں ان کا حِصّہ بس اتنا ہی ہے جتنا نماز میں ہے اور اسلام سے ان کی رغبت بس نماز سے رغبت کے بقدر ہے۔

اے اللہ کے بندے اپنی حیثیت کو پہچانیئے۔ یاد رکھیئے اسلام میں آپ کا حِصّہ اور آپ کے نزدیک اسلام کا مقام بس وہی ہے جو نماز میں آپ کا حصہ اور نماز کی آپ کے دِل میں قدر ہے خبردار ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملیں کہ اسلام کا آپ کے دل میں کوئی مقام نہ ہو اس لیئے کہ آپ کے دل میں اسلام کا مقام وہی ہے جو نماز کا آپ کے دل میں ہے۔ حدیث ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”نماز اسلام کا ستون ہے“[2] کیا آپ نہیں جانتے کہ ستون منہدم ہو جائے تو

---

[1] مجمع الزوائد میں ہیثمی نے لکھا ہے حضرت عمرؓ کو جب نیزہ مارا گیا اور وہ لیٹے ہوئے تھے تو مسور بن مخرمہ آپ کے پاس آئے اور کہا انہیں نماز کیلیئے جگا دو انہوں نے کہا ہی تھا کہ عمرؓ بول پڑے: ”صحیح بات ہے اس کا اسلام میں کوئی حِصّہ نہیں جو نماز ترک کر دے“ طبرانی نے اسے الاوسط میں روایت کی ہے اسکے تمام رجال صحیح کے ہیں اسی طرح مالکؒ نے موطا میں باب العمل فِي مَن غلبہ الدّم من جُرحٍ اور رعافٍ میں درج کیا ہے۔

[2] بیہقی نے اسے شعب الایمان میں حدیث عمرؓ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے ”نماز دین کا مرکز ہے“ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں علیؓ سے اور ابونعیم نے کتاب الصّلوٰۃ میں ”عمود الدین“ کے الفاظ سے روایت کی ہے اور مسند احمد میں حدیث معاذ سے مروی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں دین کی بنیاد اور اس کا ستون ہے۔

خیمہ بھی نیچے آرہتا ہے اور رسّیاں اور لکڑیاں بھی کام نہیں دیتیں اور جب ستون کھڑا رہے تو رسّیاں اور لکڑیاں بھی کام دیتی ہیں یہی حال اسلام میں نماز کا ہے۔

اے اللہ کے بندو! عقل سے کام لیجئے اور نماز کو درست کیجئے اور اس کے سلسلے میں اللہ سے ڈریئے اور اس میں ایک دوسرے کی مدد کیجئے اور ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دینے میں باہمی خیر خواہی سے کام لیجئے اور غفلت و نسیان سے ہوشیار کرنے کے لیے ایک دوسرے کو یاد دلاتے رہیئے۔ اس لیئے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور نماز سب سے افضل نیکی ہے۔ ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں: "پہلی چیز جو تم کھو دوگے امانت ہے اور آخری چیز جو تم سے رخصت ہو جائے گی وہ نماز ہے اور کچھ لوگ نماز پڑھیں گے جنہیں اس کا کوئی حصہ نہ ملے گا۔"[1]

حدیث میں آتا ہے "قیامت کے دن بندے سے اس کے جس عمل کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا وہ اس کی نماز ہوگی، اگر اس کی نماز قبول ہوگئی تو سارے اعمال قبول ہو گئے اور اگر اس کی نماز رد کر دی گئی تو سارے اعمال رد کر دیئے گئے"[2]

ہماری نماز ہمارے دین کا آخر ہے اور ہمارے اعمال میں کل سب سے

---

[1] بیہقی نے شعیب الایمان میں حدیث عمرؓ سے بعض اختلاف کیساتھ اسے روایت کیا ہے

[2] احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے تمیم داریؓ کی حدیث سے روایت کی ہے اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور الضیاء نے المختارہ میں اور طبرانی نے حدیث انسؓ سے روایت کی ہے

پہلے اس کے بارے میں سوال ہوگا اور نماز کے جانے کے بعد اسلام ہے نہ دین ہے۔ اگر نماز اسلام سے رخصت ہونے والی آخری چیز ہے تو اس کے بعد ہر چیز رُخصت ہو جائے گی۔ اس لیئے اپنے دین کے آخری حصّہ کو مضبوطی سے پکڑلو اور اپنی نماز کو کھیل بنانے والے اس سے مذاق کرنے والے اور امام سے آگے بڑھ جانے والے شخص کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی اور جب اس کی نماز چلی گئی تو اس کا دین بھی چلا گیا۔

اللہ آپ پر رحم کرے، نماز کی تعظیم کیجئے، اس کو دانتوں سے پکڑ لیجئے اور اس میں خاص طور سے اور اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اللہ سے خوف کھائیے۔ جان لیجئے کہ اللہ نے قرآن کریم میں نماز کی بڑی اہمیت بتائی ہے اور اس کی اور اس کو ادا کرنے والوں کی نہایت اکرام تعظیم کی ہے۔ اور قرآن کے بیشتر مقامات پر تمام اطاعتوں اور عبادات میں اس کا خصوصی ذکر کیا ہے اور اس کی خاص طور سے وصیت کی ہے۔

مثال کے پر اللہ تعالےٰ نے بِرّ[1] کے اعمال گنائے ہیں جو جنت الفردوس کو واجب کر دیتے ہیں اور ان اعمال کا آغاز نماز سے کیا ہے اور نماز ہی پر انہیں ختم بھی کیا ہے اور ان اعمال کو نماز کا دو بار ذکر کر کے اس سے گھیر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝١ "یقیناً فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی

---

[1] بِرّ ایک ایسا لفظ ہے جو ہر خیر کا جامع ہے۔

اَلَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ﴿۲﴾ نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں"۔

دیکھئے یہاں مومن کی مدح و توصیف کا آغاز نماز سے کیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ صفات گناتا ہے اور آخر میں کہتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَوٰتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۱﴾ سُوۡرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ

(اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں یہی لوگ وہ وارث ہیں جو میراث میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے)

اللہ تعالیٰ نے ان پاکیزہ اعمال کے تئیں جنت کو واجب قرار دیا ہے اور نماز کا دو بار ذکر کرکے ان اعمال کو اس سے محصور کر دیا ہے۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کی مذمت کرتا ہے اور کمینگی، ذلت، نجالت، خوف کنجوسی وغیرہ بری صفات کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے لیکن نمازیوں کو ان سے مستثنیٰ کر دیتا ہے:

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِیۡنَ فِیۡۤ اَمۡوَالِهِمۡ حَقٌّ مَّعۡلُوۡمٌ

(انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوتے ہیں) جو نماز

لِلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ (جو) پڑھنے والے ہیں جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے)

سُورَۃُ المَعَارِج

پھر ان کے بلند اور پاکیزہ صفات گنائے اور آخر میں نماز کی محافظت کا ذکر کر کے ان کی مدح و ثنا پر مہر لگا دی:

وَٱلَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ (اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں
أُو۟لَٰٓئِكَ فِى جَنَّٰتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے)

سُورَۃُ المَعَارِج

ان بلند اوصاف کے حاملین کے لئے جنّت واجب کر دی، ان اعمال کا ذکر نماز سے کیا اور ختم بھی نماز ہی پر کیا۔ چنانچہ ان اعمال کو نماز کا دو بار ذکر کر کے محصور کر دیا۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اطاعتوں کا حکم دیتا ہے اور نماز کا خصوصی ذکر کرتا ہے۔ جبکہ نماز من جملہ طاعت کے ہے

ٱتْلُ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ (اے نبیؐ، تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعے بھیجی
وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ ﴿٤٥﴾ گئی ہے اور نماز قائم کرو)

سُورَۃُ العَنکَبُوت

یہاں تلاوت کتاب میں تمام اطاعتیں اور تمام برائیوں سے بچنا شامل ہیں، لیکن نماز کا خصوصی ذکر کیا اور فرمایا:

وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ (اور نماز قائم کرو یقیناً نماز فحش اور

تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنكَرِ (برے کاموں سے روکتی ہے)

اور نماز کی خاص طور پر اللہ نے تلقین کی ہے:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ (۱۳۲)

(اپنے اہل وعیال کو نماز کی تلقین کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو ہم تم سے کوئی رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم ہی تمہیں دے رہے ہیں)

یہاں اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور اس پر جم جاؤ۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو عبادات اور اطاعتوں میں صبر سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔ پھر تمام عبادات میں نماز کا خصوصی ذکر کیا ہے اور اسے صبر کے ساتھ ملا دیا۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱسْتَعِينُوا بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٥٣﴾

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام عبادات کے سلسلہ میں صبر اور نماز سے مدد لینے کا حکم دیا۔ اور نماز کا خاص طور سے ذکر کیا:

وَٱسْتَعِينُوا بِٱلصَّبْرِ وَٱلصَّلَوٰةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى ٱلْخَٰشِعِينَ ﴿٤٥﴾

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

(صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک نماز ایک سخت مشکل کام ہے سوائے فرماں بردار بندوں کے لیئے)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ابراہیمؑ کو لوط، اسحاق، اور یعقوب علیہم السلام کو نماز کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ اس نے ابراہیمؑ، لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ ٱلْخَيْرَٰتِ وَإِقَامَ ٱلصَّلَوٰةِ ﴿٧٣﴾ سُورَةُ الأَنبِيَاء (انہیں وحی کے ذریعہ نیک کاموں اور نماز قائم کرنے کی ہدایت کی)

یہاں تمام بھلائیوں کا ذکر کیا جن میں معصیتوں سے اجتناب اور اطاعتوں کی انجام دہی شامل ہے اور نماز کا خصوصی ذکر کیا اور انھیں اس کی وصیت کی۔ اسی طرح حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں فرمایا:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُۥ بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِۦ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ سُورَةُ مَرْيَم (وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا)

یہاں دیکھیے سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ سے اپنی گفتگو کرتے ہوئے

إِنَّنِىٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدْنِى وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكْرِىٓ ﴿١٤﴾ (طٰہٰ: ۱۴) (میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر)

یہاں فَاعْبُدْنِي میں خیرات کا حکم اور معصیت سے اجتناب کا حکم سمیٹ دیا پھر نماز کا الگ سے ذکر کیا اور اس کا خصوصی حکم دیا۔ دوسرے مقام پر کہتا ہے:

وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتٰبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اعراف : ۱۷۰)

(جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم کر رکھی ہے)

یہاں تمسک بالکتاب میں تمام اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب شامل ہے پھر خصوصی طور پر نماز کا ذکر کیا اور جن لوگوں پر اللہ نے عذاب واجب کر رکھا ہے ان کی طرف سے معاصی سے پہلے نماز کے ضیاع کو منسوب کیا۔ فرمایا:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم ۵۹)

(پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے جانشیں ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں)

یہاں شہوات کی اتباع میں تمام معاصی کا ارتکاب شامل ہے۔ لیکن اللہ نے نماز کے ضیاع میں تمام شہوات کو سمیٹ دیا۔

یہ تو اللہ نے آیاتِ قرآنی سے نماز کی تعظیم، تمام اعمال پر اس کو مقدم رکھنے اور تمام اطاعتوں میں اس کا خصوصی ذکر کرنے اور نیکی کے تمام اعمال سے پہلے اس کی وصیت کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ نماز کا معاملہ بڑا اہم ہے اور یہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ نماز ہی وہ فریضہ ہے جس کا اللہ تبارک وتعالےٰ نے ہر عمل اور ہر فرض سے پہلے نبوت

کے ذریعہ حکم دیا ہے اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت نبیؐ نے اس کی وصیت کی ہے آپ نے فرمایا: خبردار رہو نماز کے معاملہ میں اور اپنے غلاموں کے معاملے میں۔[1]"

دوسری حدیث ہے کہ "یہ نماز" ہر نبی کی اپنی امت کو آخری وصیت رہی ہے اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت وہ ان کو آخری تلقین اسی کی کرتا ہے۔" ایک دوسری حدیث میں آپؐ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؐ جان کنی کے عالم میں تھے اور کہتے جاتے تھے کہ نماز نماز نماز۔"[2]

نماز وہ اولین فریضہ ہے جسے ان پر فرض کیا گیا اور سب سے آخر میں اس کی وصیت کی گئی۔ یہ اسلام سے رخصت ہونے والا آخری عمل ہے اور قیامت کے دن بندے سے پوچھا جانے والا سب سے پہلا عمل۔ یہ اسلام کا ستون ہے۔ اس کے بعد اسلام باقی رہتا ہے نہ دین۔ خدا کے لیئے اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اور نمازوں میں خاص طور سے تقویٰ کیجیئے، اسے مضبوطی سے تھام لیجیئے۔ اسے ضائع ہونے سے بچایئے اس کا مذاق اڑانے سے دریغ کیجیئے اور اس میں امام سے آگے بڑھنے سے کنارہ کش رہیے اور شیطان کے دھوکے میں نہ آیئے کہ آپ کو نماز سے باہر کر دے کہ یہ آپکے

---

[1] اسے نسائی اور ابن حبان نے حدیث انسؓ سے اور احمد ابن ماجہ نے حدیث ام سلمہؓ سے روایت کی ہے۔

[2] ابن جریر نے اس کی تخریج حدیث ام سلمیٰ سے کی ہے۔

دین کا آخری حصہ ہے اور جس کے دین کا آخری حصہ چلا گیا اس کا پورا دین چلا گیا۔
تو اپنے دین کے آخری حصہ کو مضبوطی سے تھام لیجئے۔

اے اللہ کے بندے، امام سے کہیئے کہ وہ اپنی نماز ٹھیک کرے اور اس پہ قابو حاصل کرے تاکہ لوگوں کو بھی قابو رہے۔ مَیں نے ایک دن نماز پڑھی تو رکوع اور سجدے میں تین بار تسبیح نہ پڑھ سکا، اور یہ محض امام کی جلد بازی کی وجہ سے ہوا، نہ اسے خود قابو رہا نہ دوسروں کو قابو پانے کا موقع دیا اور جلدی کر دی۔ تو اسے بتا دیجئے کہ امام جب نماز ٹھیک سے پڑھتا ہے تو اسے اپنی نماز کا اجر ملتا ہے اور ان لوگوں کی نمازوں کا بھی جو اس کے پیچھے پڑھتے ہیں اور جب نماز خراب کر دیتا ہے تو اپنی نماز کا گناہ اُس کے سر جاتا ہے اور ان لوگوں کی نمازوں کے گناہ بھی جو اس کے پیچھے پڑھتے ہیں۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ: "مکمل تسبیح سات ہے، درمیانی پانچ ہے اور سب سے کم تین تسبیحیں ہیں اور امام کو رکوع میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھنا چاہیئے اور سجدے میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا چاہیئے جیسا کہ کوئی سجدہ میں تین تین بار تسبیح پڑھتی ہے تو اسے چاہیے کہ تسبیح خوانی میں جلدی نہ کرے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر پورے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ اور پوری طرح قابو میں رکھ کر تسبیح پڑھے اس لیئے کہ اگر وہ تسبیح جلدی سے پڑھ لے گا اور سبقت کر جائے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے تسبیح مکمل نہ کر سکیں گے اور وہ بھی تقلید کرنے لگیں گے۔ اور امام پر سبقت کرنے کی کوشش کریں گے اور ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور ان سب کا

وبال اس کے سر پر پڑے گا اور اگر امام جلدی نہیں مچائیگا اور اسے اپنی نماز پر قابو ہوگا اپنی نماز اور تسبیحات مکمل طور سے ادا کرے گا تو مقتدی بھی نماز مکمل طور سے پا سکیں گے اور وہ جلدی نہیں مچائیں گے اور امام کو ان سب کا ثواب ملے گا اور وہ اپنی ذمہ داری بطریق احسن پوری کرے گا اور اس پر کوئی گناہ بھی نہیں آئے گا۔

اور امام سے کہئے کہ جب رکوع سے اپنا سر اٹھائے اور سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہے تو وہ سیدھا کھڑا رہے تاکہ وہ ربنا لک الحمد کہے اور سیدھا کھڑا ہو۔ اپنے اس پڑھنے اور تحرکات میں کسی جلد بازی سے کام نہ لے۔ اگر وہ اس سے آگے کچھ اور پڑھے تو اچھا ہے اگر وہ کہے ربنا ولک الحمد ملء السمٰوٰت وملء الارض تو زیادہ محبوب ہے اس لیئے کہ نبیؐ سے منقول ہے کہ ”آپ اپنا سر اٹھاتے اور پڑھتے:

ربنا ولک الحمد ملء السمٰوٰت وملء الارض وملء ما بینہما وملء ما شئت من شئ بعد اھل الثناء والمجد احق ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد۔[1]

آج لوگوں کی رغبت اتنی لمبی دعا پڑھنے کی ہرگز نہیں رہی۔ انسؓ کہتے ہیں کہ ”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو کھڑے ہو جاتے، یہاں تک کہ کہا جاتا کہ آپ بھول چکے ہیں۔“[2]

آج لوگوں کے درمیان اس کی خواہش جاتی رہی۔ لیکن امام کو چاہیے کہ جب وہ

---

[1] اس کی تخریج مسلم اور نسائی نے حدیث انسؓ سے کی ہے اور جدؐ کے معنی یافت اور قسمت کے ہیں۔

[2] متفق علیہ۔

رکوع سے اپنا سر اُٹھائے تو جلدی نہ کرے اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہہ کر جلدی نہ مچائے بلکہ یہ حمد مکمل کرلے اور کسی قسم کی عجلت اور مسابقت کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اور قابو کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ لوگ اس کا ساتھ پا سکیں اور جب وہ سجدے میں جائے اور سجدے سے اپنا سر اُٹھائے تو سکون کے ساتھ بیٹھ جائے اور دونوں سجدوں کے بیچ میں تھوڑا سا ٹھہر جائے تاکہ وہ "ربِّ اغفرلی" بغیر کسی جلدی کے کہہ سکے تاکہ دوسرے سجدے سے پہلے لوگ اس کا ساتھ پاسکیں۔ اور جلدی نہ کرے کہ پہلے سجدہ سے اُٹھتے ہی دوسرے سجدے میں گر جائے چنانچہ لوگ اس کی طرح جلدی اور سبقت کرنے لگیں اور ان کی نماز خطرے میں پڑ جائے اور امام پر اس کا سارا وبال جائے۔ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ امام ٹھہر کر نماز پڑھ رہا ہے تو وہ بھی ٹھہر کر پڑھیں گے اور جلدی نہ کریں گے حدیث میں آتا ہے کہ ہر نمازی نگراں ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے"۔[1] کہا جاتا ہے کہ امام اُن لوگوں کا نگراں ہے جنہیں وہ نماز پڑھاتا ہے اس لیئے امام کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے خیر خواہی کرے۔ انھیں رکوع و سجود میں سبقت کرنے سے روکے اور یہ کہ وہ امام کے ساتھ رکوع کریں نہ سجدہ بلکہ انھیں اس بات کی تلقین کرے کہ ان کا رکوع و سجود قیام و قعود اس کے بعد ہو اور یہ کہ ان کی بہترین تعلیم و تربیت کرے

---

[1] طبرانی نے الاوسط میں اس مفہوم کی حدیث اور خطیب نے ابن عمرؓ کی حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔

کیوں کہ وہ ان کا نگراں ہے اور کل اِن کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا اور امام کے اوپر کتنی بڑی ذمہ داری یہ آتی ہے کہ وہ خود اپنی نماز ٹھیک کرے اور اسے درست رکھے۔ اور اس کی سخت نگرانی کرے کیوں کہ اگر وہ ٹھیک سے نماز پڑھائے گا تو مقتدیوں کی نمازوں کا ثواب بھی اسے ملے گا اور اگر کوتاہی کرے گا تو مقتدیوں کی نمازوں کا وبال اس کے سر جائے گا۔

اور مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیک اور بہتر لوگوں کو آگے بڑھائیں اور اپنے میں اہل علم و فضل کو امام بنائیں جو اللہ سے ڈرتے ہوں اور ہمہ وقت اس کا استحضار رکھتے ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی قوم کی امامت ایسا شخص کرے جس سے افضل اس قوم میں موجود ہوں تو وہ قوم ہمیشہ پستی میں رہے گی۔[1]" دوسری حدیث میں ہے "اپنے دین کی باگ دوڑ اپنے فقہاء اور اپنے ائمہ اور قرّاء کے ہاتھوں میں دو۔[2]" یہاں فقہاء و قرّاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین کا علم رکھتے

---

[1] عقیلی نے الضعفاء میں حدیث ابن عمرؓ سے اس کی تخریج کی ہے اور طبرانی نے الاوسط میں اس کی روایت کی ہے اور اس میں ہیثم بن عقاب اُزدی غیر معروف ہیں اور ہیثمی کہتے ہیں: ابن حبان نے انھیں ثقہ میں ذکر کیا ہے۔

[2] دارقطنی نے اس کی روایت حدیث ابن عباسؓ سے کی ہے اور شیخ الاسلام نے الفتاویٰ میں کہا ہے کہ، اس اسناد میں کلام ہے اور اس اسناد میں سلام بن سلیمان ہیں۔ عقیلی کہتے ہیں ان کی احادیث میں منکر حدیثیں بھی ہیں۔

ہیں - اس سے خوف کھاتے ہیں - اپنی نمازوں کا خیال رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نمازوں کا بھی خیال رکھتے ہیں - اور نماز میں کوئی کوتاہی ہو جانے کی وجہ سے جو گناہ آتا ہے اور مقتدیوں کے جو گناہ اس کے سر آتے ہیں ان سب سے وہ ڈرتے ہیں - یہاں قرّا سے مراد وہ لوگ نہیں ہیں جو بس قرآن حفظ کرلیں اس لیئے کہ ایسے حافظِ قرآن بھی ہیں جو قرآن پر عمل نہیں کرتے، نہ اپنے دین کا کوئی خیال رکھتے ہیں نہ قرآن کی حدود کو قائم کرتے ہیں اور نہ ان فرائض کی پاسداری کرتے ہیں جو اللہ نے ان پر عائد کی ہیں. حدیث میں آتا ہے: "اس قرآن کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں چاہے وہ قاری نہ ہوں"

پس لوگوں کی قیادت اور امامت کے لیئے ایسا شخص موزوں و مناسب ہے جو ان میں سب سے زیادہ دین سے واقف اور خدا سے خائف ہو۔ یہ لوگوں کی ذمہ داری اور اُن کا فریضہ ہے اسی سے اُن کی نمازیں سدھر سکتی ہیں اور اگر وہ اس پر عمل نہیں کرینگے تو ہمیشہ پستی اور ادبار اور اپنے دین کے معاملہ میں پیچھے اور خدا کی خوشنودی اور اس کی جنت سے دور رہیں گے

اللہ تعالیٰ رحم کرے گا ان لوگوں پر جو اپنی نمازوں کا خیال رکھیں گے اور اپنے دین کا اہتمام کریں گے اپنے میں سے بہتر شخص کو آگے بڑھایں گے اور اس معاملہ میں اپنے نبیؐ کی سُنّت پر عمل کریں گے اور اس سے ان کا مقصود قربتِ الٰہی ہوگا -

اور اے اللہ کے بندے! اپنے امام سے کہیئے کہ نماز کے لیئے کھڑا ہوتے ہی

تکبیر نہ کہہ دے۔ یہاں تک کہ وہ دائیں بائیں دیکھ لے اگر صف ٹیڑھی ہو اور کندھے ملے ہوئے نہ ہوں تو انھیں تلقین کرے کہ وہ اپنی صفوں کو درست کرلیں اور کندھے سے کندھا ملالیں۔ اگر دو آدمیوں کے بیچ میں خلا ہو تو انھیں حکم دے کہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کے کندھے ملنے لگیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ صفوں کا ٹیڑھ پن اور کندھوں کا ایک دوسرے سے نہ ملنا نماز میں نقص پیدا کر دیتا ہے اور دو آدمیوں کے بیچ کا خلا نماز کو خراب کر دیتا ہے تو اس سے بچیئے۔ نبیؐ کا حکم ہے آپؐ نے فرمایا: "صفوں کو برابر رکھو۔ کندھوں کو ملائے رکھو اور خلاء کو پُر کرلو۔ تمہارے بیچ میں شیطان کے بچے کھڑے نہ ہونے پائیں۔"[1]

حدیث میں آتا ہے کہ نبیؐ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھ لیتے، لوگوں کو اپنے کندھے سیدھا کرنے کا حکم دیتے اور کہتے کہ "دور نہ رہو کہ تمہارے دل دور نہ ہو جائیں[2]" آپؐ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک

---

[1] اس کی روایت احمد نے مسند میں ابو امامہ سے کی ہے۔ منذری ترغیب میں کہتے ہیں اس اسناد میں کوئی حرج نہیں ہے اور بخاری نے حدیث انسؓ سے اس جیسی روایت تسویۃ الصفوف کے باب میں کی ہے اور ابو داؤد نے بھی ایسی روایت کی ہے اس طرح نسائی ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی۔

[2] اس کی روایت ابو داؤد نے ابو القاسم الجدلی کے واسطے سے کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے نعمان بن بشیرؓ کو کہتے سنا کہ اللہ کے رسول نے لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کیا اور فرمایا: "صفوں کو سیدھی کرلو۔" (حدیث)

دن نماز سے پہلے آپؐ نے ادھر اُدھر دیکھا تو ایک آدمی کا سینہ صف سے نکلا ہوا تھا، آپؐ نے فرمایا اپنے کندھوں کو برابر کر لو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دے گا۔"[1] معلوم ہوا کہ صفوں کو برابر کرنا اور افراد کا ایک دوسرے سے قریب ہونا نماز کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اور اسے چھوڑنے سے نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ امام کی جگہ کھڑے ہوتے پھر اس وقت تک تکبیر نہ کہتے جب تک ایک آدمی آپ کے پاس نہ آجاتا جسے انھوں نے صفوں کو سیدھی کرنے کا ذمہ دار بنایا ہوتا۔ وہ آپ کو آکر بتاتا کہ لوگ سیدھے ہو چکے ہیں تب آپ تکبیر کہتے۔"[2] عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں بھی اسی طرح کا فعل منقول ہے اور روایت کی جاتی ہے کہ "بلالؓ صفوں کو درست کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے کونچوں کو درہ سے مارتے کہ وہ برابر ہو جائیں۔"

بعض علماء کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اقامت کے وقت نماز شروع ہونے سے پہلے حضرت بلالؓ کا یہ عمل رہا ہو اس لیے کہ بلالؓ کے بارے میں آتا ہے کہ نبیؐ کی وفات کے بعد آپ نے صرف ایک دن اذان کہی۔ جب

---

[1] اس کی روایت مسلم، بخاری اور ابو داؤد نے حدیث نعمان بن بشیرؓ سے کی ہے۔

[2] دیکھئے تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۳۔

شام سے واپسی کا آپ نے ارادہ کیا تھا[1] اس کے بعد لوگوں نے بلالؓ کی آواز نہیں سُنی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ اور صحابہ رسُولؐ نے اُن سے درخواست کی کہ اذان دیں۔ آپؓ نے اذان دی۔ جب اہل مدینہ نے بلالؓ کی آواز سُنی تو ایک طویل وقفہ کے بعد اُنھیں نبیؐ یاد آگئے، اس سے ان کے دلوں میں نبیؐ کا حکم اور عوام کا ان کی اذان سننے کا اشتیاق تازہ ہوگیا یہاں تک کہ کسی نے نبیؐ کے دیدِ شوق میں کہہ دیا کہ نبیؐ پھر مبعوث ہوگئے ہیں۔ جب بلالؓ نے اپنی اذان اور آواز کے ذریعہ انہیں بھڑکا دیا تو وہ بلالؓ کے پاس جمع ہوگئے اور رو پڑے اور نبیؐ کے لیئے ان کی چیخیں بندھ گئیں یہاں تک کہ نوجوان لڑکیاں نبیؐ کی دیدِ شوق میں گھروں سے نکل آئیں جب انہوں نے بلالؓ کی اذان اور آواز سنی اور نبیؐ یاد آگئے اور جب حضرت بلالؓ نے أن محمداً رسول الله کہا تو بلالؓ ٹھہر گئے، آواز پر قابو نہ رہا، بعض کی روایت ہے کہ نبیؐ کی محبت اور شوق میں بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے بلالؓ پر اور انصار و مہاجرین پر اور ہمیں اور آپ کو اُن کی حُسنِ اتباع کی توفیق دے۔

---

[1] یہ ۱۷ھ کو پیش آیا تھا۔ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۲۰۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ شام میں ذی الحجہ کے مہینہ میں حضرت عمرؓ کے خطبہ کے بعد آپ نے اذان دی جبکہ وہ مدینے کی طرف کوچ کا عزم کر چکے تھے اور ابنِ اثیر نے اسد الغابۃ میں بلالؓ کی سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے ابوبکرؓ کی زندگی میں اذان دی تھی اور ابن سعد (ج ۳ ص ۱۶۹) نے اسکی تصحیح کی ہے کہ بلال نے ابوبکرؓ کے دور میں اذان نہیں دی۔

اے مسلمانو، اللہ سے ڈرو، اپنی نمازوں کو درست کرو اور اس میں نبیؐ اور آپ کے صحابہ کی سنت سے چمٹے رہو یہی تمہاری ذمہ داری ہے جس نے ان کی پیروی کی اللہ نے ان سے اپنی خوشنودی اور جنت کا وعدہ کیا ہے:

وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾

(وہ مہاجرو انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیۓ ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہی عظیم الشان کامیابی ہے) (توبہ: ۱۰۰)

مہاجرین اور انصار کی اتباع قیامت تک کے لیۓ تمام انسانوں پر واجب ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ" آپ دو بار سکوت فرماتے ایک نماز شروع کرتے وقت دوسری بار جب نماز سے فارغ ہو جاتے[1]" اور نبی اکرمؐ

---

[1] اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے حدیث حسن بواسطہ سمرہؓ کی ہے۔

جب قرأت سے فارغ ہو جاتے تو رکوع میں جانے سے پہلے خاموش ہو جاتے یہاں تک کے آپ سانس لینے لگتے اور اکثر امام اس کے برعکس کرتے ہیں۔

اے اللہ کے بندے، آپ امام کو تلقین کریں کہ جب وہ قرأت سے فارغ ہو تو سیدھا کھڑا رہے یہاں تک کہ رکوع سے پہلے اس کی سانس واپس آجائے اور اپنی قرأت کو رکوع کی تکبیر سے ہرگز نہ ملائے۔

ایک عادت ہے جس پر اکثر لوگ اِلّاماشاءاللہ عمل پیرا ہیں اور بغیر کسی بیماری کے نوجوان، طاقتور اور مضبوط جسم والے افراد بھی اس کا شکار ہیں وہ یہ کہ قیام سے سجدہ کے لیے جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ دیتے ہیں اور جب سجدے سے اُٹھتے ہیں یا تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو اُٹھا لیتے ہیں یہ غلطی ہے اور فقہاء کے مسلک کے خلاف ہے۔ مناسب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب قیام سے سجدے میں جائے تو پہلے اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اور پھر اپنی پیشانی کو اور جب اُٹھے تو اپنا سر اُٹھائے پھر اپنے ہاتھوں کو اور پھر اپنے گھٹنوں کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح پر منقول ہے[۱]

اس چیز کا لوگوں کو حکم دو اور جسے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاؤ اسے روک دو اور بتا دو کہ جب اُٹھنا ہو تو اپنے قدموں کے آگے حصے کے بل پر کھڑے ہو اور اپنے کسی پاؤں کو آگے نہ بڑھائے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ عبداللہ بن عباس رضؓ

---

۱ اصحاب سنن نے اسے وائل بن حجر کی حدیث سے روایت کی ہے۔

اور دوسرے لوگوں سے مروی ہے کہ اٹھتے وقت اپنے کسی پیر کو آگے بڑھا دینا نماز میں نقص پیدا کر دیتا ہے۔

نمازی کے لیئے مستحب یہ ہے کہ اس کی نگاہ سجدے کی جگہ پر ہو اور آسمان کی طرف اپنی نگاہ نہ اٹھائے نہ ادھر اُدھر متوجہ ہو اس لیئے کہ یہ التفات مکروہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور جب سجدے میں جائے تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو سجدے کی حالت میں اپنے دونوں کانوں کے برابر رکھے اور انھیں ایک دوسرے سے ملائے رکھے۔ اور قبلہ رو رکھے اور اپنی کہنیوں اور بازوؤں کو ظاہر کرے۔ انھیں اپنے پہلوؤں سے چپٹائے نہ رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ "جب آپ سجدے میں ہوتے تو آپ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ سے اگر بکری کا بچہ گذرنا چاہتا تو گذر جاتا"[1] اور ایسا اس وجہ سے ہوتا تھا کہ آپ اپنی کہنیوں اور بغل کو کافی اٹھائے رکھتے تھے۔ اصحاب رسول سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول سجدے میں ہوتے تو اپنی دونوں بغلوں کو دور رکھتے[2] اللہ ہم پر اور آپ پر رحم کرے، ٹھیک سے سجدے کیجئے

---

[1] ام المومنین میمونہؓ کی حدیث سے مسلم اور ابو داؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

[2] مسلم نے اس کی روایت عبداللہ بن بحینہ کی حدیث سے اور ابو داؤد نے حسن بصری کی حدیث سے روایت کی ہے حسن بصری کہتے ہیں احمد بن جزء نے بتایا۔ المنذری (۱:۴۲۶) کہتے ہیں: کہا جاتا ہے: حسن کے علاوہ کسی نے ان سے روایت نہیں کی ہے۔ اور احمد نے اس حدیث کے سوا نبیؐ کی کوئی حدیث نہیں روایت کی ہے۔

اور کسی چیز کو ضائع نہ کیجئے اس لیئے کہ حدیث میں آیا ہے "بندہ سات اعضاء کے سہارے سجدہ کرتا ہے"[1] اگر اس میں کوئی عضو رہ گیا تو اسے برابر لعنت کرتا رہے گا۔

اسے چاہیئے کہ جب وہ رکوع میں جائے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو منتشر رکھے۔ اور اپنے بازوؤں اور کلائیوں کا سہارا لے، پیٹھ سیدھی رکھے اور سر کو اٹھائے نہ بالکل ہی پست رکھے اس لیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ "جب آپ رکوع میں ہوتے تو آپ کی پیٹھ پر اگر ایک پیالہ پانی رکھ دیا جاتا تو وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتا[2] ایسا اس وجہ سے ہوتا تھا کہ آپ کی پیٹھ بالکل سیدھی ہوتی اور آپ بہت زیادہ جھک جاتے تھے۔

اپنی نمازوں کو بہتر بنائیے، پوری طرح رکوع وسجود کا اہتمام کیجئے اور ان کے حدود کا خیال رکھیئے۔ اس لیئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ "جب بندہ نماز پڑھتا ہے اور اچھی طرح اسے ادا کرتا ہے تو وہ نماز اوپر بلند ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ روشنی ہوتی ہے۔ جب وہ آسمان کے دروازوں تک پہونچتی ہے تو آسمان کے

---

[1] بخاری اور ابوداؤد نے ابن عباس کی حدیث سے اس کی روایت کی ہے اور اس میں "علی سبعۃ آراب" کے الفاظ ہیں۔

[2] ہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ عبد اللہ بن احمد نے کہا: میں نے اسے اپنے والد کی کتاب میں پایا بواسطہ علیؓ اور اس میں ایک آدمی ایسا ہے جو بے نام ہے اور سنان بن ہارون کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اسکی روایت حدیث انس سے کی ہے اور اس میں محمد بن ثابت ہیں جو ضعیف ہیں۔

دروازے اس کے لیئے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ نمازی کی شفاعت کرتی ہے اور کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے۔ جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ جب نماز میں خرابی کرتا ہے۔ رکوع وسجود مکمل طریقے سے نہیں کرتا نہ ان کی حدود کا خیال رکھتا ہے تو وہ نماز آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور وہ بالکل تاریک ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا۔ جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اپنے سامنے آسمان کے دروازے بند پاتی ہے پھر وہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ دی جاتی ہے اور نمازی کے منہ پہ ماردی جاتی ہے[1]۔

اور آدمی کو چاہیے کہ جب وہ تشہد کے لیے بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو پھیلائے اور اس پر بیٹھ جائے اور اپنے دائیں قدم کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رو کرلے اور اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور بقیہ کو باندھ لے اور جب سترہ رکھ کر پڑھے تو اس سے قریب ہو جائے کیونکہ یہ مستحب ہے اور کوئی آگے سے نہ گذرے کہ یہ مکروہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ " جو سترہ رکھ کر نماز پڑھے

---

[1] مجمع الزوائد میں کہتے ہیں: اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں اور بزار نے اسی طرح عبادہ بن صامت رض کی حدیث سے کی ہے اور منذری نے اس کا ذکر الترغیب میں حدیث نعمان بن قرۃ سے کیا ہے۔ طبرانی اس کے راوی ہیں۔

تو اس سے قریب ہو جائے اس لیئے کہ شیطان ان دونوں کے بیچ سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے۔"[1] لوگ اپنی نمازوں کے معاملہ میں ایک سستی یہ بھی کرتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزرجانیوالے کو یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ "گذرنے والے کو دھکا دو اور اگر وہ اڑ جائے تو زور سے دھکا دو اور اگر پھر اڑ جائے تو طمانچہ مار دو اس لیئے کہ وہ شیطان ہے۔"[2] اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے لیئے کچھ رخصت ہوتی تو اللہ کے نبیؐ اسے طمانچہ مارنے کا حکم کیوں دیتے۔ آپ نے اتنا سخت حکم اس لیئے دیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا معصیت ہے اور معصیت کو روکنا ضروری ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: "اگر تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گذرنے کا کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس سال تک انتظار کرے۔"[3] ایک دوسری حدیث ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے تو مروان بن حکم کے بھتیجے نے ان کے آگے سے گذرنے کا ارادہ کیا۔ ابوسعید نے انہیں منع کیا تو مروان کے بھتیجے والی مدینہ مروان کے پاس پہنچے اور اُن سے ابوسعید کی اس حرکت کی شکایت کی۔ اس کے بعد ابوسعید آئے اور داخل ہوئے تو مروان نے ان سے پوچھا

---

[1] بخاری، مسلم ابوداؤد اور نسائی نے اس کی روایت حدیث ابوسعید خدریؓ سے کی ہے۔

[2] ابوداؤد نے اس کی روایت حدیث ابوسعیدؓ سے کی ہے۔

[3] بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی روایت ابوجہم عبداللہ بن حرث بن حمّہ انصاری کی حدیث سے کی ہے اور اس میں "خریفاً" کا لفظ موجود نہیں ہے۔

میرا بھتیجا کہتا ہے کہ تم نے اسے طمانچہ مارا ہے کیا یہ تمہاری طرف سے اسی سلوک کا حقدار تھا؟ ابوسعید نے کہا: ہمیں اللہ کے رسول نے حکم دیا ہے کہ گزرنے والے کو دھکاّ دے دیں اگر وہ انکار کرے تو زور سے دھکا دیں اور اگر وہ مصر ہو جائے تو اسے طمانچہ مار دیں اس لیئے کہ وہ شیطان ہے اور میں نے تو ایک شیطان کو طمانچہ مارا ہے"۔[1]

جب صبح کی نماز کے لیئے نکلے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے پھر نکلے اور ان دو رکعتوں اور نمازِ صبح کے درمیان ذکر و فکر میں مصروف رہنا مستحب ہے اور گفتگو کرنا ظلم ہے۔ اِلاّ یہ کہ بہت ضروری گفتگو ہو جیسے جاہل اور ناواقف شخص کو تعلیم دینا، اسے نصیحت کرنا، اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا، کہ یہ واجب اور لازم ہے اور نفلی ذکر سے زیادہ ثواب واجب کی ادائیگی میں ہے اور نفل اس وقت تک قابلِ قبول نہیں ہوتی جب تک واجب کی ادائیگی نہ ہو جائے۔ حدیث میں آتا ہے: اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک فرض کی ادائیگی نہ ہو جائے"۔

نمازی کے لیئے مستحب یہ ہے کہ جب وہ مسجد کی طرف بڑھے تو خوف و خشیت اور خشوع و خضوع کی حالت اس پر طاری ہو، سکینت اور وقار کا پیکر ہو، جو نماز مل جائے اسے پڑھ لے اور جو چھوٹ جائے اسے پوری کر لے یہی حدیث

---

[1] بخاری و مسلم وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے۔

میں آیا ہے[1] اور یہ کہ "آپؐ مسجد کی طرف بوجھل قدموں۔ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیتے تھے۔"[2] اگر وہ تکبیر اولیٰ پانے کا خواہش مند ہو تو جلدی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں بھونڈا پن نہ آئے۔ اصحابِ کرامؓ کے بارے میں آتا ہے کہ "جب تکبیر اولیٰ فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا اور وہ اسے پانا چاہتے تو کچھ جلدی کرتے۔"

یاد رکھیے، بندہ جب اپنے گھر سے مسجد کے ارادے سے نکلتا ہے تو وہ اس خدا کے دربار میں جاتا ہے جو زبردست ہے، یکتا ہے، غالب ہے، طاقت ور ہے، بخشش کرنے والا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے چاہے کہیں بھی ہو، رائی کا ایک دانہ اس سے مخفی ہے نہ اس سے چھوٹا نہ بڑا، ساتوں زمین میں نہ ساتوں آسمان میں۔ نہ ساتوں سمندر میں نہ بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر، وہ اللہ کے گھر آتا ہے اور اللہ کا قصد کرتا ہے اور اللہ کی طرف رُخ کرتا ہے اور اس کے ایسے گھر کی طرف جس کے بارے میں حکم ہے

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾

(جنہیں بلند کرنے کا اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے۔ اُن میں ایسے لوگ صبح و شام

---

[1] بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہؓ کی حدیث سے اسی مفہوم کی روایت کی ہے۔

[2] بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حدیث ابوہریرہؓ سے اس کی روایت کی ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَٰرَةٌ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلۡقُلُوبُ وَٱلۡأَبۡصَٰرُ ﴿٣٧﴾
(نور: ۳٦، ۳۷)

اس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور اقامت نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں کردیتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اُلٹنے اور دیدے پھرا جانے کی نوبت آجائے گی)

اس لیئے جب آپ گھر سے نکلیں تو غیر معمولی سنجیدگی اور ادب کا مظاہرہ کریں اور دنیاوی حالات اور اس کی مشغولیتوں سے کٹ کر صرف اللہ کے لیئے یکسو ہوکر نکلیں سکینت اور وقار کے ساتھ نکلیں کہ نبیؐ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کیلیئے رغبت و خوف مسرت و حسرت اور خشوع و خضوع اور پستی و اخبات کے جذبات ہمارے اوپر طاری ہوں اس لیے کہ جتنی زیادہ پستی اور ذلت، خشوع و دناءت اور اخبات و انابت کا مظاہرہ ہوگا۔ اتنی ہی ہماری نماز پاکیزہ ہوگی۔ اسی قدر اللہ کے ہاں اسے قبولیت حاصل ہوگی، بندے کا مقام اسی حیثیت سے بلند ہوگا اور اللہ کے ہاں اتنا ہی قرب حاصل ہوگا اور اگر وہ تکبر کرے گا تو اللہ اسے توڑ دے گا اس کا عمل رد کردے گا اور متکبر کا کوئی عمل اللہ قبول نہیں کرتا۔

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ "ایک بار آپ نے شب بیداری کی جب صبح ہوئی تورات کا قیام آپ کی آنکھوں میں کھب گیا۔ اور پکار اُٹھے ابراہیمؑ کا رب کتنا اچھا ہے اور ابراہیمؑ کیا ہی خوب بندہ ہے۔ جب کھانے کا

وقت ہوا تو کھانے میں ساتھ کے لیئے کوئی آدمی نہیں ملا. آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی کھائے۔ چنانچہ کھانا لے کر راستہ میں آنکلے کہ ادھر سے کوئی گزرے تو وہ ان کا ساتھ دے دیے۔ چنانچہ آسمان سے دو فرشتے اُترے اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ابراہیمؑ نے انھیں کھانے کی دعوت دی اور انہوں نے دعوت قبول کر لی۔
ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا: آؤ اس باغ میں چلیں اس میں ایک چشمہ ہے اور وہاں پانی ہے. وہیں کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ باغ میں گئے تو دیکھا کہ چشمہ خشک ہو چکا ہے اور اس میں پانی نہیں ہے۔ ابراہیمؑ سخت پریشان ہوئے اور اپنی بات پر شرمندہ ہو گئے کیوں کہ یہاں معاملہ برعکس تھا. ان دونوں نے اُن سے کہا: اے ابراہیمؑ اپنے رب سے دُعا کرو اور اس سے پانی مانگ لو۔ اُنہوں نے اللہ سے دُعا کی لیکن اُنھیں کوئی چیز نظر نہ آئی اس سے آپ اور زیادہ پریشان ہوئے۔ تب آپ نے ان دونوں سے کہا، تم لوگ خود اللہ سے دعا کرو، چنانچہ ایک نے دعا کی اور واپس آگیا تو دیکھا کہ چشمہ میں پانی موجود ہے اور دوسرے نے دُعا کی تو چشمہ رواں ہو گیا. تب اُن دونوں نے بتایا کہ ہم فرشتے ہیں. اور رات کے قیام پر آپ کو ناز تھا اسی لیئے اللہ نے آپ کی دعا رد کر دی اور اسے قبولیت نہیں بخشی۔
اس لیئے کبر سے بچیئے اس لیئے کہ کبر کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا. اور اپنی نمازوں میں پستی اختیار کیجیئے۔ جب آپ اپنی نماز میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوں تو اپنے دل میں اللہ کے تمام انعامات و احسانات کا تصور تازہ کر لیجیئے اس لیئے کہ اللہ نے تو اسے نعمتوں سے لاد دیا ہے اور اس نے اپنے نفس کو گراں بار کر دیا ہے۔

اس لیئے اللہ کے سامنے زیادہ سے زیادہ خشوع وخضوع کا مظاہرہ کیجیئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو وحی بھیجی کہ "جب تم میرے سامنے کھڑے ہو تو حقیر و ذلیل اور کم ترین شخص کی طرح کھڑے ہو کیونکہ یہ نفس مذمت کا بہت لائق ہے۔ اور جب تم پکارو تو اس طرح پکارو جیسے تمہارے اعضاء جھڑ رہے ہوں"۔

حدیث میں ہے کہ "اللہ نے موسیٰؑ کو بھی یہی وحی بھیجی تھی"۔ میرے بھائی! جب آپ نماز کے لیئے کھڑے ہوں تو آپ کا نفس مذمت اور حقارت کا تو اور زیادہ سزاوار ہے۔

محمد بن سیرین کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف سے ان کے چہرے کا خون غائب ہو جاتا اور مسلم[1] کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ نماز شروع کر دیتے تو کسی آواز یا اور چیز کی چاپ تک نہ سنتے محض نماز میں مشغولیت اور خوفِ خدا کی وجہ سے ایسا ہوتا۔ اور عامر عنبری۔ جنہیں عامر بن عبدالقیس[2] کہا

---

[1] یہ مسلم بن یسار بصری اموی مکی ہیں۔ ابنِ سعد کہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے نزدیک حسن بصری سے زیادہ بلند مقام یہ رکھتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ابن اشعث کے ساتھ خروج کیا اور اس چیز نے لوگوں کی نگاہ میں ان کا مرتبہ گھٹا دیا۔

[2] ابنِ اثیر نے اسد الغابہ میں ان کا ذکر کیا ہے کہ ابو موسیٰ انھیں صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور وہ تابعی ہیں، ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے جاہلیت کا دور بھی پایا ہے۔ یہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ عبادت گذار اور سب سے سخت محنتی تھے۔ انھیں عثمان بن عفان کے پاس لیجایا گیا کہ نہ گوشت کھاتے ہیں اور نہ عورتوں سے نکاح کرتے ہیں تو آپ نے انہیں شام چلے جانے کا حکم دیا پھر ان کی پوری داستان نقل کی ہے جس میں انہوں نے انکی برات کی ہے۔

جاتا ہے کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: "میرے دونوں کندھوں کے بیچ میں جو نرخرہ ہے وہ الگ کر دیا جائے یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں نماز میں دُنیا کے بارے میں سوچوں" سعید بن معاذؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے فرمایا "میں نے جب کبھی کوئی نماز پڑھی اور میرے نفس نے کسی دنیاوی معاملہ پر سوچنا شروع کیا تو میں لوٹ آیا" ابودرداؓ کہتے ہیں: اور میرے رب کی خاطر میرے چہرہ کا مٹی میں لت پت ہو جانا ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا منتہا ہے

تو کوئی شخص مٹی سے نفرت نہ کرے اور نہ اِس پر سجدہ کرنا مکروہ سمجھے اس لیے کہ ہر شخص کو اس میں جانا ہے اور کوئی شخص زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کرنے سے نہ چوکے کیونکہ اس سے اسے اُس جہنم سے گلو خلاصی ملتی ہے جس کے سامنے بلند و بالا پہاڑ ٹک سکتے ہیں جو زمین کے لیے میخ بنائے گئے ہیں اور نہ ساتوں تہ بہ تہ آسمان جنہیں محفوظ چھت بنایا گیا ہے۔ نہ زمین اس کے سامنے ٹھہر سکتی ہے جو مخلوقات کیلئے رہائش گاہ بنائی گئی ہے نہ ساتوں سمندروں کی اُس کے آگے کوئی حیثیت ہے جن کی گہرائی کو کوئی پا نہیں سکتا نہ اُس کی قدر و قیمت خالق کے سوا کوئی جان سکتا ہے پھر بھلا ہمارے کمزور جسموں کا کیا بنے گا؟ ہماری پتلی ہڈیاں اس کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہیں؟ اور ہماری باریک کھالیں کیسے بچاؤ کر سکیں گی؟ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

جب نماز میں کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں

اور اگر آپ نہیں دیکھ رہے ہیں ______ تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے

حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کرتے

ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمکو دیکھ رہا ہے۔[1]

یہ نبی اکرم کی بندے کو اس کے تمام حالات میں وصیت ہے پھر بھلا نماز میں بندے کی کیا حالت ہونی چاہیئے۔ جب کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے خاص جگہ، خاص مقام پر کھڑا ہے، اللہ کی طرف رُخ کیئے ہوئے ہے اور نماز کی یہ حالت اور یہ مقام دوسرے حالات اور مقامات جیسا نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف اپنا چہرہ کر لیتا ہے اور اس وقت تک اپنا چہرہ نہیں موڑتا جب تک کہ وہ خود نہ موڑ لے یا دائیں بائیں متوجہ ہو جائے[2]۔ دوسری حدیث ہے: "بندہ جب تک نماز میں رہتا ہے اس وقت تک اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں: نیکی اور ثواب اس پر آسمان کی بلندی سے اس کے سر کی مانگ تک بکھر جاتے ہیں فرشتے اس کے قدموں سے لے کر آسمان کی بلندی تک اسے گھیر لیتے ہیں اور ایک منادی کرنے والا ندا دیتا ہے۔ اگر بندے کو معلوم ہو جائے کہ کس سے سرگوشی کر رہا ہے تو یہاں سے کبھی نہ ہٹے"!

اللہ اس شخص کا بھلا کرے جو اپنی نماز کی طرف متوجہ ہو تو خشوع و خضوع کا پیکر ہو، اللہ کے سامنے ذلت و پستی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ کرے، خوف و خشیت سے کانپ رہا ہو، توقع رغبت اور اُمید کا دامن پھیلائے ہو اور اپنی سب سے بڑی آرزو خدا کی ملاقات، اس سے مناجات، اس کے سامنے قیام و قعود اور رکوع و سجود کا

---

[1] احمد نے مسند میں اور ابو داؤد اور نسائی نے حدیث ابو ذرؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

[2] محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں حسن بصری کی مرسل حدیث سے اس کا ذکر کیا ہے۔

بہترین اہتمام بنالے اور اس کے لیئے اپنے دل و دماغ کو خالی کرلے اور فرائض کے ادا کرنے میں محنت کرے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے بعد اسے کوئی اور نماز پڑھنے کا موقع دیا جائے گا یا پہلے ہی کام تمام کر دیا جائے گا وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو تو غم و حزن کا مجسمہ ہو۔ نماز کی مقبولیت کا متوقع اور اس کو رد کر دینے سے خائف ہو۔ اگر قبولیت حاصل ہو گئی تو بامراد ہو اور اگر رد کر دی گئی تو بدبخت ہوا۔

میرے بھائی! اس نماز اور دوسری عبادات کا معاملہ کتنا نازک اور اہم ہے اور غم و حزن اور حسرت و خوف کا کتنا متقاضی ہے۔ کیونکہ آپ کو نہیں معلوم کہ اس نے آپ کی کوئی نماز قبول کی ہے یا نہیں؟ اور آپ نہیں جانتے کہ آپ کی کسی نیکی کو قبولیت حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟ یا کوئی گناہ آپ کا معاف ہوا ہے یا نہیں؟ اس کے باوجود آپ ہنس رہے ہیں، غفلت میں مست ہیں اور زندگی سے نفع کما رہے ہیں؟ حالانکہ آپ کو یقین ہے کہ آپ جہنم میں جائیں گے اور یہ یقین نہیں ہے کہ اس سے نکل بھی آئیں گے تو آپ سے زیادہ اور کون رونے اور رنجیدہ رہنے کا حقدار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کے اعمال قبول کرے؟ پھر آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ شام کے بعد صبح بھی کر سکیں گے اور صبح کے بعد آپ پر شام بھی آئے گی اور آپ کو جنت کی بشارت مل جائے گی یا جہنم کی۔ میرے بھائی! میں آپ کو اس عظیم خطرہ کی یاد دہانی کرا رہا ہوں، آپ تو اس کے سزاوار ہیں کہ مال و اولاد اور احباب میں مست نہ ہوں۔ حیرت ہے کہ آپ پر غفلت و سرمستی کی دبیز چادر پڑی ہوئی ہے، آپ لہو و لعب میں مست ہیں اور اس عظیم خطرہ سے غافل ہیں اور ہر رات و دن ہر گھنٹہ

ہر لمحہ آپ زبردستی چلائے جارہے ہیں، میرے بھائی اپنی متعینہ مدت کا انتظار
کرتے رہیئے اور اس خطرہ سے غافل نہ ہوجائے جس سے آپ کو سابقہ درپیش ہے
اس لیئے کہ آپ کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صبح یا شام آپ پر آدھمکے
اور آپ اپنی تمام ملکیت سے بے دخل کردیئے جائیں اور جنت یا جہنم میں ڈال
دیئے جائیں۔ ان دونوں کی صفات پر بڑی طویل گفتگوئیں ہوچکی ہیں۔
اور حکایات کا دامن بھر چکا ہے۔ کیا آپ نے عبد صالح کا یہ قول نہیں سُنا؛
مجھے حیرت ہے کہ جہنم سے بھاگنے والا سورہا ہے اور جنّت کا طالب خواب خرگوش
کے مزے لے رہا ہے۔ بخدا اگر تو فرار اور طلب سے باہر ہوگیا تو ہلاک ہوگیا اور
تجھ سے بدبخت اور کوئی نہیں اور کل عذاب یافتہ بدبختوں کے ساتھ تو روئے گا اور
پریشان ہوگا اور اگر تو کہتا ہے کہ تو جہنم سے فراری اور جنّت کا طالب ہے تو جسقدر
عظیم خطرہ سے دوچار ہے اس کے حساب سے تو اس کا احساس کر اور خبردار جھوٹی
آرزوئیں تجھے مبتلائے فریب نہ کریں۔"
یاد رکھیئے، آج اسلام پستی وذلّت اضمحلال اور پژمردگی کا شکار ہے۔ حدیث
میں آتا ہے "تم روزانہ پستی میں گرتے چلے جاؤ گے اور تمہارے اچھے لوگ تیزی
سے اُٹھا لیئے جائیں گے۔"
دوسری حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اسلام اجنبیت کی حالت میں آیا
اور پھر اجنبی ہوجائے گا جیساکہ پہلے اجنبی تھا[1]" ایک دوسری حدیث میں آپؐ

---

[1] اس کی تخریج مسلم اور ترمذی نے عمر بن عوف کے واسطے سے کی ہے۔

نے فرمایا: "میری اُمّت کا بہترین دور وہ ہے جس میں مَیں مبعوث ہوا ہوں پھر اس کے بعد آنے والے لوگ بہتر ہیں، پھر اس کے بعد آنے والے اور آخر میں آنے والے قیامت تک بدترین دور میں ہوں گے۔"[1] ایک بار آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: "تم اپنے بیٹوں سے بہتر ہو اور تمہارے بیٹے اپنے بیٹوں سے بہتر ہوں گے اور تمہارے پوتے اپنے بیٹوں سے بہتر ہوں گے اور آخر میں آنے والے قیامت تک بدترین دور میں ہوں گے۔" ایک اور حدیث ہے: "اسلام پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ محض اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن پڑھنے پڑھانے کی بس رسم رہ جائے گی۔"[2] ایک آدمی نے آپؐ سے پوچھا: "ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: "تیرا بھلا ہو کیا یہود اور نصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے ہیں"؟ اُس نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول؟ آپ نے پوچھا" تو اس سے ان کو کیا فائدہ پہنچا؟" اس نے کہا: کچھ نہیں اے اللہ کے رسول![3]

لوگ اپنے دین کے معاملہ میں عام طور سے اور نماز میں خاص طور سے بہت سی کوتاہیوں اور خرابیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔ آج کل تین قسم کے لوگ آپ کو ملیں گے

---

[1] عمران بن حصین کی حدیث سے اسی مفہوم کی متفق علیہ مثال آئی ہے۔

[2] بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث علیؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

[3] احمد نے مسند میں اور ابن ماجہ نے حدیث زیاد بن لبید سے اس کی تخریج کی ہے اور ترمذی نے اسی طرح کی روایت کی ہے اور دارِقطنی نے حدیث ابوامامہ سے اسکی روایت کی ہے۔

اور اُن میں سے دو قسموں کی نماز نہیں ہوتی ہے۔

پہلی صنف خوارج، روافض، شک و شبہ پیدا کرنے والے اور ان بدعتی لوگوں کی ہے جو نماز با جماعت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مسجدوں میں تمام مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوتے کیوں کہ وہ ہمیں کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

دوسری قسم اُن لوگوں کی ہے جو لہو و لعب میں مست رہتے ہیں اور شراب و کباب کی محفلوں کو بساتے ہیں اور بُرے اعمال کرتے ہیں۔

تیسری صنف اہل سنت و جماعت کی ہے جو اذان ہونے کے بعد نماز نہیں چھوڑتے اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔

یہ تیسری قسم سب سے بہتر ہے لیکن اپنی بہتری اور دوسروں پر فضیلت کے باوجود سب الا ماشاءاللہ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں کیوں کہ رکوع و سجود، قیام و قعود میں امام سے پہل کر جاتے ہیں یا اس کے ساتھ ہی کرتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیئے کہ امام کے بعد رکوع و سجود اور قیام و قعود کریں جس نے موسم حج میں مسجد حرام میں نماز پڑھی ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے خلقِ کثیر کو امام سے پہل کرتے دیکھا اور حج کے موسم میں خراسان، افریقہ، آرمینیا اور دنیا کے تمام ممالک سے لوگ آتے ہیں۔ خراسانی خراسان سے حج کی نیت سے آتا ہے اور جب امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پہل کر جاتا ہے۔ اسی طرح شامی افریقی اور حجازی وغیرہ بھی کرتے ہیں اُن پر مسابقت غالب ہو گئی ہے اور اس سے حیرت ناک یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو افضلیت اور فضیلت

کے خواہاں ہوتے ہیں جمعہ کے لیئے صبح سویرے نکل جاتے ہیں تاکہ اس کا ثواب انہیں مل جائے بلکہ بعض لوگ فضل اور ثواب کی خاطر جامع مسجد ہی میں فجر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ اور پھر وہیں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ رکوع وسجود میں مشغول رہتے ہیں قیام و قعود میں وقت گزارتے ہیں اور تلاوت قرآن پاک اور دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو جاتا ہے اور پھر مغرب تک اسی حالت میں مصروف رہتے ہیں اور ان ساری کوششوں کے ساتھ وہ شیطان سے دھوکہ کھا کر اور اس کی چالوں سے مغلوب ہو کر امام سے پہل کر دیتے ہیں شیطان انہیں واجب فریضہ سے غافل کر دیتا ہے اور وہ امام کے ساتھ رکوع وسجود اور قیام وقعود کرتے ہیں اور اس کی مکاریوں میں آکر نوافل جو واجب نہیں ہیں ان کا تو اہتمام کرتے ہیں اور فرائض ضائع کر دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے "اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک وہ فریضہ ادا نہ کر لے"۔ جمعہ کے دن منہ اندھیرے اُٹھنے کا ثواب اسی وقت ملے گا جب وہ اصل کو ضائع نہ کرے۔ جس نے اصل کو ضائع کر دیا تو اس نے افضلیت کو بھی گنوا دیا اور جس نے استحباب کو ضائع کر دیا لیکن اصل سے چمٹا رہا اور اُسے اس نے مستحکم رکھا تو اس کے لیئے کافی ہے اور مستحب سے بے نیاز ہے۔ استحباب کی طلب اور اصل کے ضیاع کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تاجر تجارت کرے اور نفع کو دیکھ دیکھ کر خوب خوش ہو لیکن اصل سرمایہ بڑھانے کی اسے کوئی فکر نہ ہو۔ اسی طرح وہ نفع پر نازاں رہے اور اصل سرمایہ سے غافل رہے یہاں تک کہ ایک دن جب اس کی نگاہ اصل سرمایہ پر پڑے تو اسے معلوم ہو کہ یہ تو ختم ہو چکا

ہے اور نفع بھی جا چکا ہے اب اصل سرمایہ رہا نہ نفع۔

خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو اپنے بھائی کو امام سے پہل کرتا ہوا دیکھے اور اس کے ساتھ رکوع و سجود کرتا ہوا پائے یا اسے تنہا نماز پڑھتا ہوا دیکھے اور اس کی کوتاہی اور غلطی اسے نظر آجائے پھر وہ اس کو نصیحت کرے، اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے اور خاموشی نہ اختیار کرے۔ اس لیئے کہ نصیحت و خیر خواہی اس پر واجب ہے اور خاموشی اختیار کرنا گناہ ہے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ امر بالمعروف سے آپ خاموش رہیں اور برّ و تقویٰ میں تعاون کرنا چھوڑ دیں جس کی اللہ نے وصیت کی ہے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنے سے باز آجائیں تاکہ آپ کا گناہ اور آپ کی غلطی باقی رہے اور آپ کو اجر نہ مل سکے اور دین مضمحل ہو جائے اور رخصت ہو جائے اور آپ سنت کا احیاء کریں نہ بدعت کو ختم کریں۔

جن چیزوں کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے ان میں اس کی اطاعت کریں، ایکدوسرے کی خیر خواہی اور نصیحت، نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور شیطان کی اطاعت نہ کریں اس لیئے کہ شیطان آپ کا کھلا ہوا دشمن ہے اس سے اللہ نے آپ کو باخبر کیا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۚ (فاطر ٦)	درحقیقت شیطان تمہارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔
يَٰبَنِىٓ ءَادَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ	اے بنی آدم، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اسی فتنہ میں مبتلا کرے جس طرح

كَمَآ اَخۡرَجَ اَبَوَيۡكُمۡ مِّنَ الۡجَنَّةِ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا۔ (اعراف) ﴿۲۷﴾

یاد رکھیئے نماز کی یہ خرابی مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں، استحباب کے لیئے لپکنے والوں اور جمعہ کے دن منہ اندھیرے آ جھٹنے والوں میں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اہل علم و فضل کے منہ پر خاموشی طاری ہو گئی انہوں نے نصیحت و خیر خواہی تعلیم و تربیت، امر و نہی، انکار و روک ٹوک کا فریضہ بھلا دیا اور اس کی وجہ سے جاہل عوام امام سے پہلے پہل کرنے لگے اور ان کے ساتھ علم و فضل و بصیرت کے نام نہاد حاملین بھی نماز کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کی تقلید کرنے لگے۔ حد درجہ تعجب انگیز یہ ہے کہ اہل علم جاہلوں کی پیروی کرنے لگے۔ اور قیام و قعود، رکوع و سجود، رفع و خفض وغیرہ میں امام سے پہل کرنے لگے اور علماء و فقہا سے انھوں نے جو کچھ سن رکھا تھا اور جن تعلیمات کے یہ حامل تھے انہیں ترک کر دیا۔ حالانکہ علماء کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ جاہلوں کو تعلیم دیں، انھیں نصیحت کریں اور ان کا ہاتھ پکڑ لیں اس لیئے کہ اگر انھیں انکی حالت پر چھوڑ دیں گے تو ان کے ساتھ یہ بھی گنہگار ہوں گے اور نافرمان اور خائن ہوں گے۔ اس لیئے کہ یہ جھوٹ اور فریب، کینہ اور حسد اور غیبت اور چغل خوری، فقراء اور کمزور کو حقیر سمجھنا اور دوسری لاتعداد معصیتوں میں یہ بھی شامل ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ "ہلاکت ہے اس عالم کے لیئے جو جاہل کو تعلیم نہ دے۔" معلوم ہوا کہ جاہل کو تعلیم دینا عالم پر واجب ہے اس لیئے کہ نفل چھوڑنے سے کسی

پہ ہلاکت نہیں آتی کیوں کہ اللہ نفل کے چھوڑنے پر گرفت نہیں کرتا۔ وہ تو فرائض کو ترک کرنے پر گرفت کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اسے روکے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"[1] اور جو شخص اپنی نماز ضائع کر دیتا ہے، امام سے پہل کر جاتا ہے اور اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرتا ہے یا پوری طرح سے رکوع اور سجدے نہیں کرتا۔ جب وہ نماز پڑھے گا تو منکر کا ارتکاب کریگا اس لیے کہ اسے اللہ کے رسول نے چور کہا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "بدترین چوری اس شخص کی ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول بھلا نماز میں چوری کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: "چور وہ ہے جو مکمل رکوع نہ کرے اور مکمل سجدہ نہ کرے"۔[2] نماز کے چور کو جو شخص دیکھ لے اس پر واجب ہے کہ اسے نصیحت کرے اور اسے چوری سے روکے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی چور ایک درہم چرا لے تو یہ منکر نہیں ہے جس پر نکیر اس شخص پر واجب ہے

---

[1] مسلم وغیرہ نے حدیث ابو سعید خدریؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

[2] احمد نے اس کی روایت مسند میں حدیث ابو قتادہ سے کی ہے اور مالک، دارمی اور احمد نے حدیث نعمان بن مرہؓ سے اور دوسرے نسخوں میں یہ الفاظ ہیں۔

"أسوء الناس سرقة"

جو اسے دیکھ لے ؟ تو نماز کا چور تو درہم کے چور سے زیادہ خطرناک ہے۔ ابن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس نے کسی نماز میں غلطی کرنے والے کو دیکھا اور اسے نہیں روکا تو وہ اس کے گناہ اور غلطی میں برابر کا شریک ہو گیا" بلال بن سعد کہتے ہیں "غلطی جب مخفی ہو تو ایک ہی انسان کو نقصان پہنچاتی ہے اور اگر وہ ظاہر ہو جائے اور اسے بدلا نہ جائے تو عوام کو بھی نقصان پہنچاتی ہے"[1] عوام کے لئے مضر اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے خلاف کراہیت و نفرت کا اظہار نہیں کرتے جس سے وہ غلطی صادر ہوتی ہے۔ اگر ایک بندہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی انسان اسے دیکھنے والا نہ ہو اور وہ اپنی نماز برباد کر دے اور مکمل رکوع و سجود نہ کرے اس کا گناہ اسی تک محدود رہے گا اور اگر وہ ایسی جگہ یہ حرکت کرتا ہے جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور اسے روکیں نہ اس پر اظہارِ نکیر کریں تو اس کا گناہ اس شخص پر بھی لازم ہوگا اور نہ روکنے والوں پر بھی۔

اللہ کے بندو! اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اور نماز میں خاص طور سے اللہ سے تقویٰ کرو اور اسے اپنے اندر مستحکم کرو اور اسی سلسلہ میں اپنے بھائیوں کو نصیحت کرو کہ یہ آپ کے دین کا آخری حصہ ہے تو اپنے دین کے اس آخری حصہ کو پکڑ لیں اور ان تمام عبادات کا اہتمام کریں جنہیں اللہ نے آپ پر فرض کیا ہے۔ خاص طور سے آپ کے نبیؐ نے آپ کو جن باتوں کی وصیت کی ہے ان پر

---

[1] یہ بلال بن سعد مشہور عابد تابعی کا کلام ہے۔

کاربند رہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ "دُنیا سے رُخصت ہوتے وقت اُمت کو آخری وصیت آپ کی یہ تھی۔ اللہ سے ڈرو نماز کے سلسلہ میں اور غلاموں کے سلسلہ میں[1] اور دوسری حدیث ہے: "یہ ہر نبی کے دُنیا سے رُخصت ہونے کے وقت اپنی اُمت کو آخری وصیت رہی ہے"۔ اور یہ وہ آخری چیز ہے جو اِسلام سے رخصت ہو جائیگی -- اس کے بعد دین ہے نہ اسلام اور قیامت کے دن بندے سے اس کا سب سے پہلا عمل جس کے بارے سوال ہوگا نماز ہو گی یہ اسلام کا ستون ہے، خیمے کا ستون گر جائے گا تو طنابیں اور لکڑیاں کام نہ دیں گی۔ یہی معاملہ نماز کا ہے، اگر یہ رخصت ہو جائے تو اسلام بھی رُخصت ہو گیا۔

اللہ نے تمام عبادتوں میں اس کا خصوصی ذکر کیا ہے اور نمازیوں کی بڑی فضیلت گنائی ہے اور نماز اور صبر سے مدد لینے کا حکم دیا ہے اور اوامر کو اختیار کرنے اور نواہی سے بچنے میں اس سے استعانت کی تلقین کی۔

جو لوگ مسجدوں سے پیچھے رہتے ہیں انھیں مسجدوں میں نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور جب وہ پیچھے رہیں تو انھیں ملامت کیجئے اور اپنے ہاتھوں سے ان کے خلاف اظہار نکیر کیجئے اگر یہ نہ کر سکیں تو اپنی زبان سے یہ فریضہ انجام دیجئے اور یاد رکھئے سکوت

---

[1] اس کی تخریج احمد نے مسند میں اور ابن ماجہ نے حدیث ام سلمہؓ سے کی ہے اور احمد نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے حدیث انسؓ سے اس کی تخریج کی ہے اور طبرانی نے حدیث عمرؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ نماز سے پیچھے رہنا بڑی معصیت کا کام ہے نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ "میں سوچتا ہوں کہ نماز کا حکم دوں کہ وہ کھڑی ہو جائے پھر میں ان لوگوں کے پاس ان کے گھروں میں پہنچوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور انہیں گھر سمیت جلا کر رکھ دوں"[1] اللہ کے رسولؐ نے ان کے گھروں کو جلا دینے کی دھمکی دی ہے اگر نماز سے پیچھے رہنا بڑی معصیت کا کام نہ ہوتا تو اللہ کے رسول انہیں ایسی دھمکی کیوں دیتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہوتی ہے۔" اور مسجد کا پڑوسی اسے کہیں گے جس کے گھر اور مسجد کے درمیان چالیس گھر ہوں[2]

نماز وہ اوّلین فریضہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض کیا گیا اور یہ وہ آخری چیز ہے جس کی اللہ کے رسول نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت وصیت کی، اس کے بعد اسلام رہتا ہے نہ دین۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

---

[1] اس کی روایت بخاری اور مسلم نے حدیث ابوہریرہؓ سے کی ہے۔
[2] اس کی تخریج دارقطنی نے جابرؓ اور ابوہریرہؓ کی حدیث سے کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں حدیث ابوہریرہؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

یہاں تک دونوں مخطوطات میں رسالۃ الصلوٰۃ ختم ہو گیا۔ ہم نے اس کی تکمیل دوسرے نسخوں سے کی ہے۔ اس لیے کہ بقیہ حصّوں میں بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام احمد پر رحم کرے اور انھیں تمام مسلمانوں کی طرف سے اچھا بدلہ دے انہوں نے دین کے ایک اہم معاملہ میں نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے رسولؐ کی سنت پر عمل کرنے اور دین کو اس کی ہدایت کے مطابق قائم کرنے کی توفیق دے۔

"جس نے موذن کی آواز سُن لی اور لبیک نہ کہا تو اس کی نماز نہیں ہوگی اِلا یہ کہ اسے کوئی عذر ہو۔"[1]

عمر بن خطابؓ کے بارے میں آتا ہے کہ نماز میں ایک آدمی کو غیر حاضر پایا۔ چنانچہ اس کے گھر گئے اور اُس کو آواز دی تو وہ آدمی نکلا۔ آپ نے اُس سے پُوچھا: تم کو نماز سے کس چیز نے روکا تھا اس نے کہا: امیر المومنین ایک بیماری ہے اگر میں نے آپ کی آواز نہ سنی ہوتی تو میں نہ نکلتا، یا اس نے کہا کہ میں نہ نکل سکتا تھا تو آپ نے فرمایا: تو نے اس پکار کو چھوڑ دیا جو میری پکار کے مقابلہ میں تم پر کہیں زیادہ واجب ہے: کیا بات ہے یہ لوگ نماز سے پیچھے رہتے ہیں؟ ان کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے دوسرے بھی پیچھے ہونے لگتے ہیں؟ وہ لوگ مسجد میں آئیں ورنہ میں ان کے پاس ایسے لوگوں کو بھیجوں گا جو انھیں گردن پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لائیں گے۔" پھر فرماتے ہیں "نماز میں حاضر رہو، نماز میں حاضر رہو۔" عبداللہ بن ام مکتوم کہتے ہیں کہ انہوں نے درخواست کی: اے اللہ کے رسول میں کمزور ہوں میری نگاہیں کام نہیں کرتیں، گھر بھی دور ہے۔ میرے گھر اور مسجد کے درمیان ایک باغ اور ایک وادی

---

[1] منذری نے الترغیب میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: "جو جماعت میں حاضر ہونا چھوڑ دے۔" ابوبکر بن منذر کہتے ہیں کہ ہم نے متعدد اصحاب رسول سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو اذان کی آواز سنے اور بغیر کسی عذر کے اس پر لبیک نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔" ان میں ابن مسعودؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں اور وہ الفاظ بھی نبیؐ سے مروی ہیں۔

ہے تو کیا میرے لیے رخصت ہے اگر میں اپنے گھر میں نماز ادا کرلوں؟ اللہ کے نبیؐ نے ان سے پوچھا: "کیا تم آذان سنتے ہو؟" انھوں نے کہا "ہاں" آپ نے فرمایا تو اس پر لبیک کہو"[1]

اللہ کے رسول نے ایک نابینا کمزور اور بوڑھے شخص کو جس کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک نخلستان اور وادی تھی رخصت نہیں دی کہ وہ نماز سے پیچھے رہیں۔ اگر نماز سے پیچھے رہنے کا کوئی عذر قابل قبول ہوتا تو ایسے شخص کو آپ ضرور رخصت مرحمت فرماتے

نماز سے پیچھے رہ جانے والوں کے خلاف اظہار نکیر کیجیے اس لیے کہ ان کا یہ گناہ بہت بڑا ہے اور آپ اگر انھیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے تو ان کے اس گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ جب کہ آپ کو اس پر قدرت ہو۔

ابو درداؓ کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ کہتے تھے "اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے ایک سنت مقرر کی ہے اور تمہارے نبیؐ کے لیے بھی ایک سنت متعین کی ہے اور تمہارے نبی کی خاص سنت یہ پانچوں وقت کی باجماعت نمازیں ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے لیے اس کے گھر میں مسجد ہے اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو اپنے نبیؐ کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے"[2]

---

[1] متفق علیہ

[2] احمد نے مسند میں اور مسلم اور ابو داؤد نے اس کی تخریج کی ہے۔

اللہ سے ڈریئے اور پیچھے رہ جانے والوں کو با جماعت نماز کی ادائیگی کا حکم دیجیے اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور ان کے گناہوں سے محفوظ نہ رہ سکیں گے اس لیے کہ اپنے بھائیوں کو نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے اور اپنے ہاتھوں سے ان کی برائیوں کو تبدیل کرنا لازم ہے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو زبان سے اس کا اظہار ضروری ہے۔

حدیث میں آتا ہے: "قیامت کے دن آدمی اپنے پڑوسی کے ساتھ آئے گا اور اس کا پڑوسی کہے گا: اے میرے رب اس نے میرے ساتھ خیانت کی ہے۔ وہ کہے گا اے میرے رب تیری عزّت کی قسم، مَیں نے اس کے مال میں خیانت کی ہے نہ اہل میں۔" وہ کہے گا اے میرے رب اس نے صحیح کہا ہے لیکن اس نے مجھے معصیت کرتے ہوئے دیکھا اور نہیں روکا۔" [1]

نماز سے پیچھے رہ جانے والا تو بڑی معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے، خدارا کل قیامت کے دن اس کے ساتھ ہونے اور خدا کے سامنے اس کے جھگڑا کرنے سے

---

[1] منذری نے اس کا ذکر ترغیب میں امر بالمعروف کے بارے میں ابوہریرہؓ کی حدیث سے کیا ہے وہ کہتے ہیں، ہم سنتے تھے کہ "آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ قیامت کے دن اُٹھے گا اور وہ اسے پہچانتا نہ ہوگا تو وہ کہے گا: تیرا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ جبکہ ہمارے تمہارے درمیان شناسائی نہیں ہے، وہ کہے گا: تم مجھے غلطی اور منکر کا ارتکاب کرتے دیکھتے تھے اور اس سے نہیں روکتے تھے" منذری کہتے ہیں: اس کا ذکر رزین نے کیا ہے اور مَیں نے اسے نہیں دیکھا۔

بچیئے اور آج اسے نصیحت کرنے سے نہ چوکئے ۔ اگر وہ آپ کو گالی دیتا ہے، تکلیف پہنچاتا ہے اور دشمنی پر اترآتا ہے آج کی اس کی دشمنی کل خدا کے سامنے سامنے اس کے مباحثہ اور اس عظیم مقام پر آپ کی دلیل توڑ دینے سے بہتر ہے. تو خدا کے لیے اور خدا کی راہ میں آج گالیاں کھا لیجئے ہو سکتا ہے کہ کل قیامت کے دن آپ کو انبیاء اور ان کے تابعین کی صحبت میسّر ہو اور کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

اگر آپ کسی کو نفل نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور وہ رکوع اور سجدہ کے درمیان ٹھیک سے قیام نہیں کر رہا ہے تو اسے روکنا اور نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو نماز کی خرابی اس کے اور ضیاع اور گناہ میں آپ اس کے شریک ہیں۔

جان لیجئے کہ لوگ اس جہالت میں مبتلا ہیں کہ اگر وہ نفل نماز پڑھ رہے ہوں اور رکوع و سجود مکمل طور سے نہیں کر رہے ہیں نہ اپنی پیٹھ سیدھی رکھتے ہیں تو اسے اس وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ تو نفل ہے اس میں اتنا کافی ہے۔ حالانکہ یہ کافی نہیں ہے اس لیے کہ جس نے نفل کی نیت کر لی وہ اس پر واجب ہو گئی اور اسکی تکمیل اور بہتر طریقے سے ادائیگی اس پر لازم ہو گئی۔ جیسے کوئی شخص نفلی حج کا احرام باندھ لے تو اس کی تکمیل اس پر واجب ہے اگر وہ حج کے دوران کوئی شکار کرے تو کفارہ واجب ہے یا جیسے کوئی شخص نفلی روزہ رکھ لے پھر اسے عصر کے وقت توڑ ڈالے تو اس دن کی قضا اس پر واجب ہے یا جیسے کوئی شخص ایک درہم کسی فقیر کو صدقہ کر دے پھر اس سے واپس لے لے تو اس درہم کا فقیر کو لوٹانا اس پر واجب ہے،

پس ہر وہ نفل جس میں وہ داخل ہوگیا، اس پر واجب ہوگئی اور اس کی مکمل طریقے سے ادائیگی اس کے لیئے لازم ہوگئی۔ اس لیے کہ جب وہ اس میں داخل ہوا اسوقت اس نے اس کو اپنے اوپر واجب کر لیا۔ اگر وہ اس میں داخل نہ ہوتا تو اس پر واجب نہ ہوتی۔ اس لیئے جب کسی کو نفل یا فرض نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں تو اس کی تکمیل اور درستگی کی اسے تاکید کر دیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔

بعض جاہل کہتے ہیں کہ، جو شخص بھول کر امام پر سبقت لے جائے اس پر کوئی گناہ نہیں ۔ یہ بات اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں: جو شخص بھول کر امام کو پیچھے چھوڑ دے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

حدیث تو ضرور آئی ہے لیکن لوگوں نے اس کا غلط مفہوم نکال لیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھول کر قیام کر لے حالانکہ اسے جلوس کی حالت میں ہونا چاہیے تھا۔ یا بھول کر بیٹھ جائے جبکہ اسے کھڑا ہونا چاہیے تھا یا بھول جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تین یا چار؟ یا بھول کر کوئی تکبیر چھوڑ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ امام سے پہلے کرنے والے کے بارے میں نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم سے نہ مہاجرین وانصار سے کوئی ایسا قول منقول ہے جس میں بھول کر امام سے پہل کرنے والے کو رخصت دی گئی ہو۔ مشہور حدیث ہے "جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھالیتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا سر گدھے کا ہو جائے۔" اس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ بھول کر ایسا کر جانے والے کے لیئے چھوٹ ہے اور نہ اسے سجدہ سہو کا حکم دیا گیا ہے

ابن عمرؓ کا مشہور قول ہے "تو نے نہ تو تنہا نماز پڑھی اور نہ امام کیساتھ" اس میں سہو کا ذکر نہیں ہے نہ اسے آپ نے سجدہ سہو کا حکم دیا بلکہ اسے مارا اور دہرانے کا حکم دیا۔ اور سلمانؓ کا قول ہے: جو امام سے پہلے سر اٹھاتا اور جھکاتا ہے۔ اس کی پیشانی شیطان کی مٹھی میں ہے جیسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا ہے" اس میں سہو کا کوئی ذکر تک نہیں ہے نہ سجدہ سہو کا آپ نے حکم دیا ہے۔

نبی اکرمؐ سے سہو ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی کسی نے بھول کر پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت چھوڑ دی۔ پھر آخری دونوں رکعتوں میں پڑھ لی۔ کوئی بھول کر بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہو گیا اور کھڑا ہونے کی جگہ بیٹھ گیا۔ ان تمام غلطیوں میں سجدۂ سہو ہے۔ احادیث میں اور صحابۂ کرام کے اقوال میں اسی طرح کے احکام ملتے ہیں اور یہی سنت ہے لیکن جو شخص امام سے پہل کر جائے اس کے بارے میں قول یہی ہے کہ اُس کی نماز نہیں ہوئی جیسا کہ میں نے ان کے قول کی تفسیر کی ہے کہ جو بھول کر یا دانستہ پہل کر لے اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہاں سہو کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے بھلا سہو کی رُخصت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ امام نے اُٹھنے کا ارادہ ہی کیا ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اس سے پہلے سجدہ میں گر جاتا ہے؟ یا وہ اس کے بعد امام کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور وہ اپنا سر اُٹھا رہا ہے یا اسے دیکھ رہا ہے کہ سجدہ میں جانا چاہتا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ سجدے میں گر پڑتا ہے یا وہ دیکھتا ہے کہ امام قرأت سے فارغ ہوا اور امام کے تکبیر کہنے اور رکوع میں جانے سے پہلے وہ رکوع میں چلا جاتا ہے۔ ان تمام مواقع پر اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ امام کا

انتظار کرے کہ وہ رکوع میں چلا جائے یا سجدہ میں چلا جائے یا سر اُٹھالے یا جھکالے اور ان تمام صورتوں میں تکبیر کہہ چکے تب امام کے فعل کے بعد اور اس کی تکبیر ختم ہونے کے بعد اس کی پیروی کرے۔ یہاں سہو کا کوئی موقع نہیں ہے کہ جس سے عذر کیا جا سکے۔ نہ اسے اللہ کے رسول نے نہ صحابہ کرام نے معذور قرار دیا ہے نہ اسے سجدۂ سہو پر اکتفا کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ اسے اپنی نماز دوہرانے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول نے اسے ڈرایا ہے کہ "اس کا سر گدھے کا سر ہو جائے"۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے دل میں نماز کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔

اس لیے کسی جاہل کو ان جگہوں پر اپنے کو معذور نہیں سمجھنا چاہیئے جن میں اس کا کوئی عذر نہیں ہوتا اور اپنے اوپر اور اس شخص پر گناہ نہیں لادنا چاہیے جس کو اس نے پھسپھسی دلیل سے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس سے کسی نیک آدمی نے استدلال نہ کیا ہو۔

اللہ کے بندو، اپنی نمازوں کا خیال رکھو کہ یہ تمہارے دین کا آخری حصہ ہے۔ اور کسی شخص کو اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس نے نماز پڑھ لی ہے حالانکہ اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اس لیئے کہ حدیث میں آیا ہے۔ آدمی ساٹھ نمازیں پڑھتا ہے اور اس کی ایک نماز نہیں ہوتی"۔ پوچھا گیا: یہ کیسے؟ فرمایا: "وہ رکوع تو مکمل کرتا ہے لیکن سجدہ مکمل نہیں کرتا حضرت حذیفہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے لیکن رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا ہے تو حذیفہ نے پوچھا: کب سے تم اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے۔

حذیفہ نے کہا: تو نے نماز نہیں پڑھی، اگر تیرا انتقال ہوگیا تو تو خلاف فطرت موت مرے گا۔[1] اور عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار وہ اپنے ساتھیوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک انہوں نے گفتگو منقطع کر دی، لوگوں نے پوچھا: کیا بات ہے ابو عبدالرحمٰن کیوں گفتگو بند کر دی؟ آپ نے کہا: میں تعجب خیز دیکھ رہا ہوں دو آدمیوں کو ان میں سے ایک کی طرف اللہ نظر نہیں اٹھائے گا اور دوسرے کی نماز قبول نہیں کریگا لوگوں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس کی طرف اللہ نظر نہیں اٹھائے گا وہ شخص ہے جو تکبر سے چلتا ہے اور جس کی نماز اللہ قبول نہیں کرے گا وہ نمازی ہے

---

[1] بخاری نے اس کی تخریج باب "اذا لم یتم الرکوع" میں کی ہے اور "منذ اربعین سنۃ" کے الفاظ مذکور نہیں ہیں حافظ الفتح الباری (ج ۲ ص ۱۸۶) میں لکھتے ہیں: عبدالرزاق کی روایت میں فجعل ینقر ولایتم رکوعہ کے الفاظ ہیں احمد نے بواسطہ محمد بن جعفر بواسطہ شعبہ یہ اضافہ کیا ہے: فقال منذکم صلیت: فقال منذ اربعین سنۃ اور اسی کی مثل ثوری کی روایت میں ہے اور نسائی نے بطریق طلحہ بن مطرف بواسطہ زید بن وہب اسی طرح روایت کی ہے اور ان کا ظاہر پر محمول کرنا قابلِ غور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی سبب ہے کہ بخاری نے اسے ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حذیفہ ۳۶ھ میں وفات پا چکے تھے اس لیئے مذکورہ نماز ہجرت سے چار سال پہلے کی ہے یا اس سے اور پہلے کی ہے اور شاید اس کے بعد نماز فرض نہیں ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مبالغہ مراد لیا ہو یا ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں میں سے جو اسلام لانے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر اسلام لے آئے۔ اس طرح دونوں زمانوں کو ملا کر مدت پوری ہوگئی ہو۔

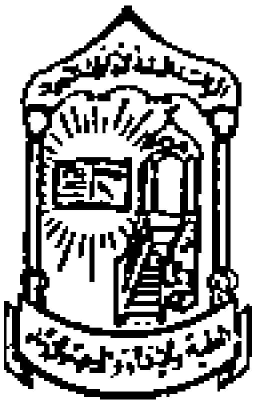
جو رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کرتا۔"

حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ تو اللہ کے رسولؐ نے اُس سے پُوچھا: اے فلاں، تو نے نماز پڑھ لی ؟ اس نے کہا: ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا تو نے نماز نہیں پڑھی، جاؤ پھر سے دہراؤ۔ اس نے پھر سے نماز پڑھی اور نبیؐ کی خدمت میں آکر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے دوبارہ پُوچھا: اے فلاں تو نے نماز پڑھ لی ؟ اس نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول۔ آپؐ نے فرمایا: تو نے نماز نہیں پڑھی جاؤ پھر سے دہراؤ۔ اس نے پھر سے ادا کی۔ جب تیسری بار یا چوتھی بار اس نے نماز نہیں پڑھی تو اللہ کے رسول نے بتایا کہ کیسے وہ نماز پڑھے پھر اُس نے آپ کی تعلیم کے مطابق نماز پڑھی۔"[1]

اللہ بھلا کرے اس شخص کا جس نے اجرِ آخرت اور ثواب کو پیشِ نظر رکھا اور اس کتاب کو دُنیا جہان میں پھیلایا، کیونکہ مسلمان اس کے حد درجہ ضرورتمند ہیں وہ سب نماز کا مذاق اڑا رہے ہیں اور اس کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

---

[1] صحاح میں، سنن ابوہریرہؓ، رفاعہ بن رافعؓ وغیرہ کی احادیث سے مروی ہے اور نہایت مشہور حدیث ہے۔



الصلوٰة

تالیف

الإمام أحمد بن حنبل رح

حققها وقدم لها

الشيخ محمد حامد الفقی

باللغة الأردية

طبع ونشر

الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الإدارة العامة للطبع والترجمة

الرياض - المملكة العربية السعودية

وقف لله تعالى

١٤٠٦هـ



الصلوٰة

تالیف

الإمام أحمد بن حنبل

حققها وقدم لها

الشيخ محمد حامد الفقي

باللغة الأردية

طبع ونشر

الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد

الإدارة العامة للطبع والترجمة

الرياض - المملكة العربية السعودية

وقف لله تعالى

١٤٠٦هـ